امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰ر مئی ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر-19

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل، حکایات اہل دل
- علم حدیث کے فروغ میں......
- مسلم خواتین میں خود اعتمادی کا جذبہ
- ہندوستانی الیکشن اور ہماری ذمہ داریاں
- جریدہ نقیب کی تاریخ پر ایک نظر
- منزل تک پہونچنے کے لئے......
- اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، طب وصحت

بین السطور

نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے...

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہندوستانی مسلمان تاریخ کے بدترین دور سے گذر رہے ہیں، ان کی جان ومال، عزت وآبرو پر حملے اس کثرت سے ہونے لگے ہیں کہ یقین ہی نہیں آتا کہ یہ وہی ملک ہے، جہاں سارے مذاہب کے لوگوں کو یکساں حقوق دیے گیے تھے اور مختلف مذاہب وتہذیب کے لوگ جہاں شیر وشکر ہو کر رہتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک اور ایک دوسرے کی خوشیوں سے خوش ہوا کرتے تھے، زمانہ بدلا، وہ لوگ چلے گیے، جنہوں نے اس ملک کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے ہر طرح کی قربانی دی تھی اور زندگی کا بڑا حصہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے گذار دیا تھا، انہوں نے صرف ایک خواب دیکھا تھا کہ اس ملک میں ذات، برادری، مذہب اور علاقائیت کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہوگی، یہاں کی گنگا جمنی تہذیب میں ہر مکتب فکر اور مذاہب کے لیے آزادی ہوگی، یہ وہ ملک تھا جسے جنت نشان اور سارے جہاں سے اچھا کہا جاتا تھا۔

زمانہ بدلا، حالات نے کروٹ لی، پارٹیوں کے نظریات تبدیل ہوئے اور اقلیتوں پر مسائل ومصائب کے پہاڑ توڑے جانے لگے، دھیرے دھیرے انہیں خصوصا مسلمانوں کو اس سطح پر لا کھڑا کیا گیا کہ وہ ہریجن اور دلتوں سے بھی نیچے چلے گیے، ہریجن اور دلتوں کو اوپر اٹھانے کے لیے انہیں رزرویشن دیا گیا تھا، مسلمان کو اس سے بھی محروم رکھا گیا، تمام وہ برادریاں جو دوسرے مذاہب کی ہیں اور معاشی طور پر پس ماندہ ہیں، ان کو رزرویشن کا فائدہ ملا، لیکن وہی کام کرنے والا مسلمان اس سے محروم کر دیا گیا، صرف اس لیے کہ وہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتا ہے، اور اسلام میں برادری کا وہ تصور نہیں ہے جو دوسرے مذاہب میں پایا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے اس سطح تک پہونچ جانے کے بعد دستور میں دیے گیے حقوق سے انہیں محروم کرنے کی سازش رچی گئی، مختلف بہانوں سے انہیں ملازمتوں سے دور رکھا گیا، ان کی مسجدوں پر حملے کیے گئے، بابری مسجد توڑ دی گئی، ائمہ ومؤذن کو شہید کیا گیا، ہجومی تشدد کے ذریعہ کبھی لو جہاد، کبھی گئو کشی اور کبھی بغیر کسی سبب کے مسلمانوں کو قتل کرنے کا سلسلہ دراز ہوا، طلاق کو کالعدم قرار دینے کے سارے حربے آزما لیے گیے، عدالت سے فیصلہ بھی آگیا اور پارلیامنٹ سے قانون بھی پاس کرایا گیا، تعلیمی نظام کے بھگوا کرن کی تحریک چلائی گئی، بعض ریاستوں میں یوگا اور سورج نمسکار کو اسکولوں میں لازم قرار دیا گیا، اذان پر پابندی کی بات کی گئی اور مساجد سے مائک کے استعمال تک کے لیے پرمیشن اور اجازت لینے کا حکم جاری کیا گیا، ہماری مذہبی شناخت چھین لینے کی مسلسل اور منظم کوشش اب بھی جاری ہے، کبھی ڈاڑھی منڈوانے کا حکم دیا جا رہا ہے، کبھی نقاب اور حجاب پر سوالات اٹھائے جا رہے، ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے جنہوں نے مذہب کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا ہے، اس طرح اب مسلمانوں کو ان حالات کا سامنا ہے، جس میں ان کے دینی عقائد ونظریات پر ضرب لگائی جا رہی ہے

اور یہ سب کچھ حکومت کی نگرانی اور سایے میں ہو رہا ہے، اس طرح دین اسلام کو دیش نکالا دینے کی تحریک زوروں پر چل رہی ہے، اور کہا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو ہندوستان چھوڑ دینا چاہیے، ان کی جگہ قبرستان یا پاکستان ہے۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ مسلمان ہندوستان میں ایسی جد وجہد اور تحریک کا آغاز کریں جس سے حکومتی سطح سے دین میں کی جانے والی مداخلت کا سد باب کیا جا سکے، اور بتایا جائے کہ مسلمان یہاں کی دوسری بڑی اکثریت ہے، اس لیے دستور میں اسے جو تحفظات دیے گیے ہیں، اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا اور اس کام کے لیے ہم ہر طرح کی قربانی دینے کو تیار ہیں۔

دوسرا معاملہ ملک کی بقا اور سالمیت کا ہے، آزادی کے بعد ۱۹۵۰ء میں دستور ہند کے نفاذ کے وقت اس ملک کو سیکولر جمہوریہ قرار دیا گیا، اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں اقتدار کی باگ ڈور تھی، وہ اس دستور کے پابند تھے، انہوں نے غلام ہندوستان کو دیکھا تھا جد وجہد آزادی میں حصہ لیا تھا، حکمراں پارٹی پر مسلمانوں کا دبدبہ باقی تھا اور کوئی فیصلہ لیتے وقت حکومت بار بار سوچتی تھی کہ اس کا اثر رائے عامہ پر کیا پڑے گا اور انتخابی سیاست میں رائے دہندگان کا رخ اس فیصلے کے بعد کدھر ہوگا، پھر ہوا یہ کہ دھیرے دھیرے مقننہ میں ایسے لوگ آگیے جن کی ذہنیت فرقہ واریت سے مسموم تھی، اور جن کے دلوں میں خدمت کے جذبہ کے بجائے مال ودولت کے حصول کا جذبہ پروان چڑھ چکا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کا پہلا ستون کمزور ہو گیا، ممبران کی خرید وبکری سے لے کر سوالات پوچھنے کے لیے رشوت لینے تک کے واقعات سامنے آئے، اس خرید وفروخت کی وجہ سے حکومتیں بنتیں اور گرتی رہیں، آیا رام گیا رام کی مثل عام ہو گئی، سیاسی گلیاروں میں ہو رہی اس بدعنوانی نے لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہونچایا اور عوام میں سیاسی لیڈران کی پکڑ ہی نہیں، قدر بھی کم ہوئی، عدلیہ پر لوگوں کا اعتماد جما ہوا تھا، اور ہر ظلم کے خلاف انصاف کے حصول کے لیے لوگوں کی نظر ادھر جاتی تھی، لیکن بابری مسجد حقیت کے معاملے میں زمین کی تقسیم، جسٹس لویا کی موت اور عدالت عظمیٰ کے چار ججوں کے ذریعہ تاریخ میں چیف جسٹس کے رویہ پر ہونے والی پہلی پریس کانفرنس میں ججوں کے ذریعہ یہ اعلان کہ جمہوریت خطرے میں ہے نے عوام کے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ان معاملات کی وجہ سے جمہوریت کے اس دوسرے ستون پر بھی زوال کے آثار دِکھنے لگے ہیں، خصوصا اس صورت میں جب عدالت میں بحالیاں قابلیت کے بجائے پارٹی وفاداری کی بنیاد پر کی جا رہی ہوں۔

جمہوریت کے تیسرے ستون انتظامیہ کا حال یہ ہے کہ فائل کو جس قدر مضبوطی سے آپ دوڑانا چاہتے ہیں، رشوت کے اتنے مضبوط پہیے کا استعمال کرنا ہوگا، اگر رشوت کا پہیہ نہ لگایا گیا یا مضبوط انداز میں نہیں لگایا گیا تو وہ فائل دفاتر میں سرک بھی نہیں سکتی ہے، کوئی کام کرانا ہے تو شُبِہ دھا شلک (رشوت) دینا ہی ہوگا، اس طرح تیسرا ستون بد عنوانی میں کمر تک نہیں گردن تک ڈوب کر رہ گیا ہے۔

ان معاملات ومسائل نیز عوام کی پریشانیوں کو سرکاری محکموں تک پہونچانے کے لیے ذرائع ابلاغ چوتھا ستون تھا، اخبارات، ٹیلی ویزن وغیرہ کے ذریعے آواز اٹھانے پر حکومت کے کان کھلتے تھے اور اس کے نتیجے میں پریشانیاں دور ہوتی تھیں، لیکن اب ذرائع ابلاغ پرنٹ اور لکٹرونک میڈیا بھی حکمراں جماعت کے ہاتھ مال ودولت کی ہوس میں بک چکے ہیں، اس لیے اینکر، ٹی وی کے اناؤنسر فرقہ واریت پھیلانے، اقلیتوں کے مسائل کو دبانے اور حکومت کو شاباشی دینے میں لگے ہوئے ہیں، رائے عامہ ذرائع ابلاغ ہی بیدار کرتے تھے، ان کے بک جانے سے ملک کے عوام کے ذہن وسوچ کو صحیح رخ نہیں مل پا رہا ہے، جس کی وجہ سے جمہوری قدروں کا جنازہ نکلتا چلا جا رہا ہے، گویا خطرات کے بادل دین پر بھی منڈلا رہے ہیں اور ملک پر بھی، ان حالات میں ضروری ہو گیا ہے کہ ملک وملت بچانے کے لیے مضبوط، مستحکم اور مسلسل جد وجہد کی جائے۔

ہمیں یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دین بچانے کے لیے حکمرانوں کے فیصلے کی مخالفت کے ساتھ، دین کو اپنی زندگی میں اتارنے کی بھی ضرورت ہے، دین بچانے اور اس کے تحفظ کے لیے پہلا کام خود کرنے کا ہے اور وہ ہے کہ ہم بدعملی اور بے عملی سے دور رہیں، اسلام نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے، اسے بجالائیں، جن کاموں سے روکا ہے، اس سے رک جائیں، ہر پل ہمیں اس کا خیال رہے کہ ہماری نگرانی ہو رہی ہے، اللہ دیکھ رہا ہے، اور اگر ہم نے دین سے دوری اختیار کی تو اس کی سزا ہمیں ملے گی، یہ احساس جس قدر غالب ہوگا، دین ہمارے کیرکٹر، کردار، اعمال وافعال میں محفوظ ہو جائے گا، جب ذاتی زندگی میں ہم شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو ہمیں نئی طاقت وتوانائی ملے گی اور دین میں مداخلت کرنے والوں کے خلاف ہمارے جذبے اور حوصلے جواں ہوں گے۔

مسلمان ایک زندہ قوم اور بیدار امت ہے، اس کے لیے مایوسی اور اللہ کی رحمت سے ناامیدی کفر کی طرح ہے، ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہ سکتے، ان حالات کو بدلنے کے لیے ایمانی جذبے، اسلامی حوصلے اور پوری قوت کے ساتھ کوشش کرنی ہوگی، اللہ کا وعدہ ہے کہ انسان کو وہ چیز مل جاتی ہے، جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔ کوشش نہیں ہوئی تو ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ "نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے..."

اچھی باتیں

"لوگ ہمیشہ دھوکہ غلط انسانوں سے کھاتے ہیں اور بدلہ اچھے انسانوں سے لیتے ہیں ☆ عبادتیں میٹھی زبان دھیمے لہجے، ہمدردانہ اور عاجزانہ رویوں سے بھی ہوتی ہیں، اپنے رویوں پر توجہ دیجئے تاکہ عبادت کا اجر حاصل ہو سکے ☆ دوسروں کے گھر اندھے بن کر جاؤ اور بہرے بن کر نکلو ☆ ہم سب مرجائیں گے یہ حقیقت جاننے کے باوجود ہم ایک دوسرے کا جینا حرام کر رہے ہیں ☆ جو اللہ سے نہیں مانگتا وہ سب سے مانگتا پھرتا ہے اور جو اللہ کے سامنے نہیں جھکتا اسے سینکڑوں دروازوں پر جھکنا پڑتا ہے ☆ روح نکلنے کی ابتدا پاؤں سے ہوتی ہے تاکہ انسان بھاگ نہ سکے اور انتہا آنکھوں پر ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی بے بسی دیکھ سکے۔"

(حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

"الیکشن کمیشن نے بہت دیر سے ووٹوں کا فی صد جس انداز سے بتایا اس سے شبہات پیدا ہو رہے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ای وی ایم کے کھیل تماشے بھی اس انتخاب میں پھر سے روا رکھے جائیں گے، ورنہ ایک ہفتہ کے بعد ووٹوں کے تناسب میں آخر اضافہ کیسے ہو گیا، ساتویں مرحلہ تک جاتے جاتے کہیں یہ کھیل مزید پختہ نہ ہو جائے ووٹنگ مشینوں سے نریندر مودی کی موافقت میں جن نکلنے لگیں اور انتظامیہ کی مدد سے ان کی سرکار بنانے کی مہم منزل مقصود تک نہ پہونچ جائے، ایک بڑے حلقے میں ایسے سوالات گھومنے لگے ہیں اور اس بات کا اندیشہ پیش نظر ہے کہ الیکشن کمیشن ہی اس بار نریندر مودی کے چار سو پار کے مرحلے تک پہونچا دے۔ ایسی حالت میں عوام کے حقیقی فیصلے اور آنے والے نتائج میں اچھا خاصا فرق ہو سکتا ہے۔"

(صفدر امام قادری۔ پندار ۶ر مئی ۲۰۲۴ء)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

دینی وعصری تعلیم میں ہے ترقی کا راز

’’وعلم آدم الأسماء كلها‘‘ اور اللہ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے‘‘(سورہ بقرہ)

وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیدائش کے وقت ہی ان کے مقصد زندگی اور ضروریات زندگی حتی کہ راحت وآسائش سے متعلق تمام چیزوں کا علم ودیعت کردیا اور ان کے واسطہ سے اولاد آدم کو ان چیزوں کی شناخت اور تعیین کی صلاحیت بھی عطا فرمادی، ان میں وہ علوم جو خاص انسان سازی پر مبنی ہیں، جن کے ذریعہ بندہ کے اندر ایمان ویقین کے ساتھ روحانی کمالات پیدا ہوتے ہیں، انہیں علم دین سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے کتاب وسنت کا علم، جس سے خالق ومخلوق کا رشتہ استوار ہوتا ہے اور اس سے مخلوق کی عبودیت وبندگی ظاہر ہوتی ہے، انما يخشى الله من عباده العلماء‘‘ اللہ سے علم رکھنے والے بندے ہی ڈرتے ہیں، یہ گویا تعلیم کا بنیادی مقصد ہے کہ بندہ کے اندر خدا ترسی کی صفت پیدا ہوجائے، دوسرے وہ علوم ہیں جن سے اشیاء سازی کی دریافت ہوتی ہے یا کائنات سے استفادہ کی راہیں کھلتی ہیں، جیسے سائنس اور ٹکنالوجی وغیرہ کے علوم ہیں جن سے کائنات کی بعض حقیقتوں سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، ایسے علوم کو دنیاوی علوم سے تعبیر کیا گیا، جس پر ماضی میں مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں کمال پیدا کیا اور اس کو خدمت خلق کا ایک ذریعہ گردانا، اس طرح کے علوم بھی اسلام کو مطلوب ہیں، اس لئے کہ اسلام کسی علم کی مخالف نہیں ہے، اس نے ہمیشہ علم وتحقیق کی حوصلہ افزائی کی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم ودانش کی بات مومن کی متاع گمشدہ ہے، ’’الكلمة الحكمة ضالة المؤمن‘‘ مگر ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم علم نافع کی دعا فرماتے تھے اور غیر نافع سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے، اگر دنیاوی علوم کی تحصیل کا مقصد خشیت ربانی ہو تو وہ بھی محبوب ومطلوب ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ بھی کردار وعمل میں نکھار پیدا ہو، نیز حقوق کی ادائیگی اور فرائض کی پابندی میں کوتاہی نہ برتی جائے، حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے ہر حال میں مقدم کام عوام کی تعلیم ہے، تعلیم کے لفظ کو یہاں اس سے زیادہ وسیع معنوں میں لیجئے، تعلیم سے مقصود وہ تعلیم ہی نہیں جو قواعد واصولوں کے ذریعہ اداروں میں دی جاتی ہے، یہ تو دراصل آنے والے عہد کیلئے ہے، جنہیں آج پڑھایا جارہا ہے، وہ کل کام کریں گے، لیکن قوم کو اس کی موجودہ حالت میں بلند کرنے کیلئے ضروری ہے کہ موجودہ نسل کی دماغی حالت اور عملی استعداد درست کی جائے، وقت کی تمام مشکلات کا یہی علاج ہے‘‘۔

آج دنیا میں جو بے راہ روی، اخلاقی انارکی اور معاشرتی خرابی پھیلی ہوئی ہے وہ سب تعلیم کے فقدان کا نتیجہ ہے، اگر دنیا اسلامی نظریہ تعلیم کو اختیار کرلے تو یقین مانئے کہ بے دینی اور الحاد کے بادل چھٹ جائیں گے اور دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے گی، اسلام کے نظام تعلیم کا مقصد یہی ہے کہ انسانیت کی ترقی کا راز اعلیٰ اخلاقی کردار میں پوشیدہ ہے اور یہ چیزیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کے ذریعہ حاصل ہوں گی، اب وقت آگیا کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہوں اور تعلیم کے میدان میں آگے بڑھیں، خود کو دینی وعصری تعلیم میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور اپنی اولاد کو بھی زیور علم سے آراستہ کریں، غفلت اور بے حسی کے پردہ کو چاک کریں اور کچھ کر گذرنے کا جذبہ بیدار کریں۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ قیامت کے دن سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جو دو چہروں والا ہوگا کہ ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے آتا ہو اور دوسروں کے پاس دوسرے رخ سے جاتا ہو‘‘(مشکوۃ شریف)

وضاحت: دو شخصوں کا دوست بن کر ایک کی بات دوسرے تک پہونچانا اور ان دونوں کے تعلقات کو خراب کرنا دورخا پن ہے ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دورخ ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی یہ گویا اس کی اس عادت ذمیمہ کی تمثیل ہوگی کہ وہ لوگوں سے دورنگ کی باتیں کیا کرتا تھا، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ دورُخ کے لئے صرف ایک کی بات دوسرے تک پہونچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر ایک شخص سامنے ایک کی تعریف کرے اور اس کے پاس سے نکلے تو اس کی ہجو کرنے لگے تو بھی وہ دورخا کہلائے گا، نفاق میں جو خصوصیات پائی جاتی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے، اسی لئے صحابہ کرام اس کو بھی نفاق سمجھتے تھے، ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا گیا کہ ہم لوگ امراء اور حکام کے پاس جاتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں اور جب ان کے یہاں سے نکلتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں، بولے ہم لوگ عہد رسالت میں اس کا شمار منافق میں کیا کرتے تھے (سیرۃ النبی:٦) عہد نبوت میں منافقین اپنے نفاق کو چھپا کر مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہم تو ایمان لے آئے ہیں اور جب منافقوں کے سرداروں سے ملتے تھے تو انہیں یقین دلاتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مسلمانوں کے ساتھ محض مذاق کررہے ہیں، ایسے منافق قیامت کے دن سخت سزا کے حق دار ہوں گے اور دنیا میں ذلت وحقارت کی زندگی گذاریں گے، اس سے معلوم ہوا کہ مداہنت، چاپلوسی اور منافقت یہ بہت بری خصلت ہے، اس سے ہر مومن بندہ کو بچنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے نفاق اور مداہنت کے اس دلدل سے محفوظ رہنے کے لئے کچھ راہیں بتلائی ہیں، ایک بار جب بنو عامرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بالکل نہیں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام سے بلند کردو جو مجھے اللہ نے عطا کیا ہے، میں محمد ہوں، عبداللہ کا بیٹا، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، اگر کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنا ضروری ہو تو یوں کہے میں اسے ایسا سمجھتا ہوں اگر واقعی ان میں وہ خوبیاں موجود ہوں، اس کا حساب کرنے والا اور اجر دینے والا تو اللہ ہے اور یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں شخص اللہ کے نزدیک اچھا ہے، دومنہ والے کا بھی یہی طرز عمل ہوتا ہے، ایک کے ساتھ مل بیٹھ کر اس کی تعریف کرتے ہیں اور دوسرے کی برائی بیان کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے پاس جاتے ہیں تو پہلے والے کی برائی بیان کرتے ہیں اور سامنے والے کی تعریف کرتے ہیں، جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، جس سے ہر کسی کو بچنا چاہئے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جانا

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قربانی کس پر ہے

س: قربانی کے وجوب کے لیے کیا نصاب ہے؟ کن لوگوں پر واجب ہے؟

ج: ہر ایسا عاقل وبالغ مقیم مسلمان مرد وعورت جس کے پاس بنیادی ضروریات مثلاً رہائشی مکان، استعمال کے فرنیچر، برتن، لباس اور سواری وغیرہ سے زائد اور قرض سے فاضل ساڑھے باون تولہ (٦١٢ رگرام، ٣٦٠ رملی گرام) چاندی، یا ساڑھے سات تولہ (٨٧ رگرام ٤٨٠ رملی گرام) سونا، یا ان میں سے کسی ایک کے بقدر کوئی دوسری مالیت ایام قربانی میں موجود ہو، تو وہ مالک نصاب ہے، اس پر قربانی واجب ہے:’’و منها (اى من شرائط وجوب الأضحية) الغنى...... وهو أن يكون في ملكه مائتا درهم أو عشرون ديناراً أو شيئٌ تبلغ قيمته ذالک سوى مسكنه و ما يتأثث به و كسوته وخادمه وفرسه وسلاحه ومالا يستغني عنه و هو نصاب صدقة الفطر......و جميع ما ذكرنا من الشروط يستوى فيها الرجل و المرأة لأن الدلائل لا تفصل بينهما.‘‘(بدائع الصنائع: ٥/١٩٧-١٩٦)

کاشت کی زمین نصاب میں شامل ہے یا نہیں

س: بکر کے پاس کاشت کی کچھ زمین ہے، جس سے پیداوار حاصل کرتا ہے، اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

ج: کاشت کی زمین سے پیداوار اتنی حاصل ہوجائے جو صاحب زمین اور اس کے اہل وعیال کے سالانہ خرچ کے لیے کافی ہو اور اس کے علاوہ مقدار نصاب غلہ بچ جائے تو ایسی صورت میں قربانی واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔ اس لیے کہ کاشت کی زمین کے نصاب میں شامل ہونے اور وجوب قربانی کے لیے ضروری ہے کہ سال بھر کے خرچ کے علاوہ مقدار نصاب غلہ موجود ہو۔’’إذا كان له عقار يستغله تلزمه الأضحية إذا دخل منه قوت عامه و زاد معه النصاب.‘‘(كتاب الفقه على المذاهب الاربعة: ١/٦١٧)

مقدار نصاب زیورات ہوں تو وجوب قربانی

س: میری لڑکی بالغہ ہے، اس کو شادی کے موقع پر دینے کے لیے ہم نے کچھ زیورات بنوا رکھے ہیں، جو مقدار نصاب ہیں، کیا میری لڑکی پر قربانی واجب ہوگی؟

ج: صورت مسئولہ میں جب کہ زیورات مقدار نصاب ہیں اور آپ نے ان زیورات کا مالک لڑکی کو بنادیا ہے، تو قربانی لڑکی پر واجب ہوگی، اور اگر لڑکی کو ابھی مالک نہیں بنایا ہے، بلکہ خود ہی مالک ہیں تو ایسی صورت میں قربانی آپ پر واجب ہوگی۔ ’’الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر فى يوم الاضحى عن نفسه‘‘(الهدايه: ٣/٤٤٣)

نابالغہ لڑکی مالک نصاب ہو تو قربانی کا حکم

س: میں نے لڑکی کی پیدائش کے بعد ہی زیورات بنوا کر رکھ دیا اور اس کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا کر رقم جمع کرنا شروع کردیا تاکہ اس کی شادی میں کام آئے، لڑکی ابھی نابالغ ہے، لیکن مالک نصاب ہے، ایسی صورت میں کیا اس پر زکوۃ وقربانی واجب ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں لڑکی مالک نصاب ہے، لیکن جب تک وہ نابالغہ ہے اس پر زکوۃ وقربانی واجب نہیں ہے، بالغہ ہونے کے بعد زکوۃ بھی دینی ہوگی اور قربانی بھی کرنی ہوگی۔’’و لو كان للصبى مال فالأصح أنها لا تجب في ماله بالإجماع.‘‘ (الفقه الحنفي وادلته: ٣/٢١٤)

مشترک فیملی ہو تو قربانی کا حکم

س: چار بھائیوں کی ایک جوائنٹ فیملی ہے، سب کا کاروبار اور آمدنی کا حساب الگ الگ ہے، لیکن کھانا پینا، چولھا چوکی مشترک ہے، ایسی صورت میں کیا ایک قربانی سب کی طرف سے کافی ہوجائے گی یا ہر ایک کو الگ الگ کرنی ہوگی، جبکہ ہر ایک مالک نصاب ہے؟

ج: گھر میں جتنے بھی لوگ مالک نصاب ہیں، خواہ مرد ہوں یا عورت، ہر ایک پر قربانی واجب ہے، لہٰذا سب کو اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی، ایک ہی قربانی گھر بھر کی طرف سے کافی نہیں ہوگی۔’’الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحىٰ عن نفسه‘‘.(الهدايه: ٣/٤٤٣)

مشترک کاروبار ہو تو قربانی کس پر ہے

س: ایک دکان چار بھائیوں کو وراثت میں ملی، چاروں نے مشترک طور پر اس دکان میں کام کرنا اور اس کو بڑھانا شروع کیا، چاروں کا کھانا پینا، رہنا سہنا ایک ساتھ ہے اور گھر کے سارے اخراجات مشترکہ طور پر اسی دکان سے پورے ہوتے ہیں، دکان کی آمدنی ایک جگہ جمع ہوتی ہے، ایسی صورت میں قربانی کس کے ذمہ ہے؟

ج: صورت مسئولہ میں مذکورہ کاروبار کی مالیت اور اس کی آمدنی کو اگر چار حصوں پر تقسیم کیا جائے اور ہر بھائی کا حصہ مقدار نصاب کو پہونچ جائے تو ایسی صورت میں چاروں بھائیوں پر شرعاً قربانی واجب ہوگی۔’’و شرط وجوبها اليسار عند أصحابنا رحمهم الله و الموسر فى ظاهر الرواية من له مائتا درهم أو عشرون ديناراً أو شئي يبلغ ذالک‘‘(الفتاویٰ التاتار خانيه؛ كتاب الأضحية: ١٧/٤٠٥) فقط والله تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 19 مورخہ ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰ مئی ۲۰۲۴ء روز سوموار

سوالات کی خرید وفروخت

سوالات کی خرید وفروخت کے نتیجے میں ''پیپر لیک'' اور سوالات کا قبل از وقت آؤٹ ہوجانا مقابلہ جاتی امتحانات میں اب تعجب کی بات نہیں رہی، کوچنگ اور امتحانات کے لیے تیار کرنے والے ادارے اپنی کارکردگی کو نمایاں کرنے کے لیے اس قسم کی ذلیل حرکتیں کرتے ہیں، نتائج آجانے کے بعد بھی اچھے رینک لانے والے طلبہ کو خرید لیتے ہیں اور ان کے رینک کا استعمال اپنے ادارے کے نام کو چمکانے، عوام میں اعتماد بڑھانے کے لیے کرتے ہیں۔ رینک کی خریداری تو لاکھوں میں ہوتی ہے اور رینک کے اعتبار سے قیمتیں گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں، لیکن قبل از امتحان سوالوں کی خرید وفروخت کا بازار کروڑوں میں چلتا ہے، سوالات آؤٹ ہوتے ہیں اور امیدواروں کو جوابات رٹا دیے جاتے ہیں، اگر اس میں بھی کامیابی نہ ملی تو ایک کی جگہ پر دوسرے سے امتحان دلا دینے کی روایت بھی نادر نہیں ہے، ظاہر ہے یہ کام بھی بغیر مرکز امتحان کی خریداری کے ممکن نہیں، اس لیے اس خریداری پر بھی اچھی خاصی رقم خرچ کی جاتی ہے۔

ظاہر ہے یہ کام عام آدمی نہیں کرسکتا، اس لیے اس کام میں جو لوگ استعمال ہوتے ہیں ان میں سے کوئی آئی پی ایس کا رشتہ دار ہوتا ہے تو کسی کا شوہر بی پی اس سی کا افسر، کسی کی ''کوریر'' والوں سے سازباز ہوتی ہے تو کسی کی ٹرانسپورٹنگ کمپنی سے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوالات آؤٹ ہوجاتے ہیں۔

اس قسم کے کئی معاملے اب تک سامنے آچکے ہیں، جن میں 2019 اور 2021 میں سپاہی بھرتی 2022 میں آگ بجھانے کے لیے کارکنوں کی بھرتی اور 2022 میں ہوئے پیپر لیک کا چرچا خوب رہا، ابھی حال میں میڈیکل کے نیٹ امتحان میں بھی سوالات آؤٹ ہونے کی بات سامنے آئی ہے، جس کی جانچ ابھی چل رہی ہے۔

نیٹ امتحان کے سوالات آؤٹ ہونے کی جانچ کا کام ای او (یو آرتھک ایرادھ اکائی) کے ذمہ کردیا گیا ہے، اور اس نے آٹھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی ہے، جس کی سربراہی ایس پی مدن کمار آنند کے سپرد کی گئی ہے، ای او یو (EOU) نے 15/ مارچ 2024ء کو منعقد بہار پبلک سروس کمیشن کے ذریعہ تیسرے دور کے اساتذہ بحالی امتحان کے سوالات کے آؤٹ ہونے کی گتھی سلجھادیتی ہے، اس امتحان کے سوالات امتحان کے انعقاد سے تین روز قبل ہی آؤٹ ہوگیے تھے۔

12/ مارچ کو پٹنہ سے نوادہ سوالات لے جائے جارہے تھے کہ راستہ میں بدھا فیملی ریسٹورنٹ نگرنہسہ میں پیٹی کھول کر سوالات کو اسکین کرلیا گیا تھا، سوالات آؤٹ کرنے والے گروہ کو یہ خبر پہلے ہی مل گئی تھی کہ سوالات کی ترسیل کا کام ڈی ٹی ڈی سی کوریر کمپنی کے ذریعہ کیا جائے گا، اس کوریر کمپنی کو شری نواس چودھری پرائیویٹ طور پر گاڑیاں فراہم کرتا ہے، چنانچہ جینش لاجسٹک پرائیوٹ لمٹیڈ کے منشی راہل پاسوان کو شری نواس چودھری کو بڑی رقم لالچ دے کر مینج کرنے کی ذمہ داری دی گئی، اس نے بڑی خوش اسلوبی سے شری نواس کو اس کام کے لیے تیار کرلیا اور ڈی ٹی ڈی سی کے لیے سوالات لے جارہے گاڑی کے ڈرائیور رام بھون پاسوان کو بھی اس سازش کا حصہ بنالیا، ریسٹورنٹ پر اس گروہ کا سرغنہ ڈاکٹر شیو، اس کا باپ ڈاکٹر سنجیو مکھیا اور اس کے کارندوں نے ہوٹل منیجر کے سامنے اس کا کو انجام دیا، چھپن (56) دنوں کی تحقیق وتفتیش کے بعد یہ خلاصہ سامنے آیا۔

اس جرم میں تین وینڈر، ڈرائیور، لاجسٹک کمپنی کے دونوں منشی اور دیگر 279 لوگوں کو گرفتار کیا جاچکا ہے، گرفتار شدہ لوگوں میں چار اجین کے بھی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جرم کا سلسلہ کس قدر دراز ہے۔ جانچ ایجنسی کا کہنا ہے کہ اس کام میں پریس اور پیپر ٹرانسپورٹنگ کرنے والی ایجنسی کا کردار بھی اہم رہا ہے۔

اس معاملہ میں جانچ ایجنسیاں اس نکتہ پر بھی کام کررہی ہیں کہ پیپر لیک معاملہ میں کہیں بی پی اس سی کے افسران کا بھی تو ہاتھ نہیں ہے، اس لیے ای او یو (EOU) نے 2010 سے 2022 تک بہار پبلک سروس کمیشن سے جڑے ہر سطح کے افسر اور کارندوں کے بارے میں جانکاری طلب کی ہے اور اگر ان کا کہیں ٹرانسفر ہوگیا تو اس کی جانکاری بھی فراہم کرنے کو کہا ہے، شک کی سوئی ان لوگوں کی طرف اس لیے گئی کہ ایس ایس سی فرضی واڑہ کیس میں ضمانت پر باہر آئے رنجیت کمار پچپنویں بیچ میں ڈی ایس پی کے پوسٹ پر بحال ہوئے۔ 2012 کے کرمچاری بحالی کمیشن کے سوالات آؤٹ ہونے کے معاملے میں انہیں گرفتار کیا گیا تھا، ای او یو (EOU) ان کے خلاف چارج شیٹ پہلے ہی داخل کرچکی ہے۔

اس طرح سڑسٹھویں (67) بی پی اس سی پیپر لیک معاملہ میں گرفتار راجیش 2018 میں محکمۂ زراعت میں معاون کلرک کے طور پر بحال ہوا تھا، 2012 کے جعلی معاملات میں وہ جیل جاچکا ہے، اس معاملہ کے خلاصہ کے لیے پندرہ سے زائد افسران کو ای او یو (EOU) نے نوٹس جاری کیا ہے، ای او یو (EOU) نے چند رول نمبر کی کاپیاں اور زبانی انٹرویو کے نمبرات بھی طلب کیے ہیں، جو سب کے سب افسران کے رشتہ دار ہیں، مثال کے طور پر سرسٹھویں (67) مقابلہ جاتی امتحان میں منتخب ہونے والی امیدوار رول نمبر 244 بی پی اس سی کے ایک افسر کی بیوی ہے، اسی طرح رول نمبر 127، چھہترویں (76) اور انسٹھویں (59) بی پی اس سی امتحان میں 328,398,338,116,398 علی الترتیب ایک آئی پی ایس کا بھائی، ڈی ایس پی کا بہنوئی، ڈی ایس پی کا بھائی اور ایک پارٹی کے سابق صدر کا لڑکا ہے۔

سپاہی بھرتی امتحان میں راجیش نے یہ بھی خلاصہ کیا ہے کہ وہ جوابی کاپی خالی چھوڑوا دیتا تھا اور بعد میں اسے لکھوا دیا جاتا تھا، ظاہر ہے یہ کام بی پی اس سی کے افسران اور کارندوں کی ملی بھگت کے بغیر ممکن نہیں تھا، جانچ کا کام تیزی سے چل رہا ہے اور ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ اس قسم کے تعلیمی مافیاؤں پر سخت کارروائی کی جائے گی، تاکہ یہ سلسلہ مزید دراز ہوکر مقابلہ جاتی امتحان کو شرمسار کرنے کا باعث نہ بنے اور وہ طلبہ جو سخت محنت کرکے اس قسم کے امتحان میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کی حق تلفی نہ ہو۔

بہار میں ووٹنگ کا گرتا تناسب

ہندوستان کا شمار دنیا کے بڑے جمہوری ملک میں ہوتا ہے، یہاں کے انتخاب کو دنیا بھر میں دکھانے کے لیے مختلف ملکوں سے پرنٹ میڈیا الکٹرونک میڈیا کے لوگ ہوتے ہیں، ان کی حیثیت صرف صحافی کی نہیں ہوتی بلکہ وہ بڑی حد تک انتخاب کے مشاہد ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ ووٹ دینے کا تناسب اور فی صد کیا رہا، اس کام کے لیے بتیس ملکوں کے ستر صحافی ان دنوں ہندوستان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے ہیں، ابھی تک چار دور کا انتخاب ہوچکا ہے، اس میں ووٹوں کا تناسب کافی کم پایا گیا، حالاں کہ انتخابی کمیشن، ملی تنظیمیں، ذرائع ابلاغ، مساجد کے ائمہ ودانشور اپنی اپنی سطح سے ووٹروں میں بیداری لانے کی مہم چلا رہے ہیں، بعض تنظیموں کے ارکان گھر گھر دستک دے کر ووٹ دینے کی اپیل کررہے ہیں، بعضوں کے ذریعہ زوم پر آن لائن میٹنگیں چل رہی ہیں، اشتہارات کے ذریعہ انہیں متوجہ کیا جارہا ہے، لیکن لوگ ووٹ دینے کے لیے گھر سے باہر نکل نہیں رہے ہیں۔ 19/ اپریل کو بہار میں چار سیٹوں کے لیے اور 26/ اپریل کو پانچ سیٹوں کے لیے ووٹ ڈالے گیے گذشتہ انتخاب کے مقابلے 19/ اپریل والے دن 4.21 فی صد لوگوں نے کم اپنا ووٹ ڈالا جبکہ 26/ اپریل میں گذشتہ کے مقابلہ 3.47 فی صد کم ووٹ ڈالے جاسکے۔ آخر کے دو دور میں ووٹوں کا تناسب قدرے بڑھا، لیکن وہ ساٹھ فیصد کو عبور نہیں کرسکا، 13/ مئی کو ہونے والے انتخاب میں زیادہ سے زیادہ ستاون (57) فیصد ووٹنگ ہوئی، ایک ہفتہ کے بعد ممکن ہے الیکشن کمیشن اسے بڑھا کر پینسٹھ (65) فیصد کردے، جیسا کہ پہلے دو دور میں اس نے کیا۔

بہار میں ووٹوں کے کم ہوتے تناسب پر ہر کوئی حیران ہے، مختلف حلقوں میں اس کا فائدہ مختلف امیدواروں کو مل سکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کئی امیدواروں کو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے، یہ معاملہ اس قدر حساس ہے کہ انتخابی کمیشن نے اس کے اسباب تلاشنے کا حکم دیا ہے، بہار میں انتخابی کمیشن نے تمام اضلاع کے ضلع مجسٹریٹ کو خط لکھ کر تمام بوتھوں کی حلقہ وار رپورٹ مانگی ہے، تاکہ ووٹوں کے کم ہوتے تناسب کے اسباب کا جائزہ لے کر ووٹروں کی دلچسپی کو بڑھایا جاسکے۔

ووٹوں کے کم ہوتے تناسب کے اسباب وعلل پر بہت زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں، سامنے کی بات ہے کہ انتخاب کی تاریخیں سب موسم گرما میں رکھی گئی ہیں، جب کہ بادسموم کے جھونکے اور لو کے تھپیڑے اس قدر سخت ہیں کہ لوگوں کا گھر سے نکلنا دشوار ہورہا ہے، یہ اس بات کا اشاریہ ہے کہ انتخابی کمیشن کو عوام کی سہولت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے، اسے اس بات سے کچھ لینا دینا نہیں ہے کہ ملک کی بڑی آبادی اپنی حق رائے دہی کا استعمال نہیں کررہی ہے، رائے دہندگان خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ جیت ہار کسی کی بھی ہو، اس کی زندگی میں بدلاؤ کی کوئی شکل نہیں ہے، جب کہ اس کی زندگی اس کے خاندان اور بال بچوں کے لیے انتہائی ضروری ہے، ایسے میں عافیت بوتھ پر جاکر ووٹ دینے کے بجائے گھر میں بیٹھے رہنا مناسب ہے، وہ جانتا ہے کہ باہر کی بہ نسبت گھر میں رہنا زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے انتخاب کے لیے ماضی بعید کی طرح ٹھنڈک کے موسم کا انتخاب کرنا چاہیے تاکہ لوگ آسانی سے ووٹ دینے کے لیے گھر سے نکل سکیں، ورنہ عوام کی یہ لاتعلقی اور بے رخی ہندوستانی جمہوریت کو خطرات سے دوچار کردے گی۔ تیسرے اور چوتھے دور میں ووٹوں کا تناسب تھوڑا بڑھائے اس کی بڑی وجہ موسم کا سازگار ہونا ہے۔ گرمی کی تمازت کم ہوئی تو رائے دہندگان نے پہلے دو دور کی بہ نسبت زیادہ پولنگ بوتھ کا رخ کیا۔

ایک دوسری وجہ عوام کی سردمہری ہے، اب پرچار کے لیے اسٹار چنے جاتے ہیں، اور وہی آکر بھانج کر چلے جاتے ہیں، عام کارکن کو صرف چادر بچھانے، مجمع جمع کرنے اور مائیک لگانے کی خدمت ملتی ہے، ایسے میں وہ ذہنی طور پر مایوسی کے شکار ہوتے ہیں اور ان کی حصہ داری انتخاب کے موقع سے طے نہیں ہوپاتی، اس کا اثر اس حلقہ کے عوام پر بھی پڑتا ہے اور ان کی دلچسپی ووٹ دینے سے کم ہوجاتی ہے۔ دل بدلنے اور دل بدلو کو ٹکٹ دینے سے بھی کارکنوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، کل تک جو کارکن بھاجپا کی مخالفت میں تھے، اس نے پالا بدل کر کانگریس جوائن کرلیا، اور اسے ٹکٹ مل گیا، ایسے میں قہراً جبراً کانگریس کے قدیم کارکنوں کو اس کے پاس جانا پڑتا ہے، جبکہ بھاجپا کے قدیم کارکن اسکے ساتھ ہوجاتے ہیں، اس لیے کارکنوں کو سُبکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان کی دلچسپی انتخاب سے کم ہوجاتی ہے اس کا بُرا اثر ووٹروں پر بھی پڑتا ہے اور وہ ووٹ دینے کے لیے بوتھ پر جاتے ہی نہیں، ایسے کارکنوں میں روح پھونکنے کے لیے اس طریقہ کار کو بدلنا انتہائی ضروری ہے، اس کے بغیر ووٹوں کے تناسب کو بڑھایا نہیں جاسکتا۔

تیسری وجہ رائے دہندگان کا روزی روٹی کے لیے باہر کا قیام ہے، ریاست میں ملازمت اور کام نہیں ملنے کی وجہ سے بہار کے لوگ، بڑی تعداد میں دوسری ریاستوں بلکہ ملک سے باہر بھی قیام پذیر ہیں، اس میں نوجوانوں کی بڑی تعداد ہے، وہ انتخاب کے موقع سے واپس اپنے گھر نہیں آپاتے، کیوں کہ سفر کے اخراجات کا ان کا جیب متحمل نہیں ہوتا، اس لیے ان کا ووٹ یا تو پڑتا نہیں ہے یا پڑتا ہے تو دوسرے لوگ گرا دیتے ہیں، ایک طریقہ ڈاک کے ذریعہ ان کی رائے دہندگی کا ہے، لیکن ان پڑھ مزدور اس کے طریقہ کار سے واقف نہیں ہوتے اور ووٹ دینے سے محروم ہوجاتے ہیں، ایسے میں انتخابی کمیشن کو کوئی ایسا طریقۂ کار وضع کرنا چاہتے کہ وہ ووٹ دے سکیں، ان کی انتخاب کے وقت اپنے حلقہ واپسی کی راہ بھی سوچنی چاہیے تاکہ وہ بھی جمہوریت کے اس عظیم تہوار میں شریک ہوسکیں۔

ایک اور وجہ بوتھ پر قبضہ کا ہونا بھی ہے، اعلیٰ ذات کے لوگ ہریجنوں، دلتوں اور مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر انہیں بوتھ پر پہونچنے ہی نہیں دیتے اور ان کا جعلی ووٹ ڈال کر اپنے امیدوار کی جیت کی راہ ہموار کرتے ہیں، ملک میں بڑی تعداد ہریجنوں، مسلمانوں اور دلتوں کی ہے، ان کے ووٹ نہ دینے سے بھی بہار میں ووٹ کا تناسب گرتا جاتا ہے۔

یہاں غور وفکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ووٹوں کے فی صد میں کمی اور ووٹروں میں جوش کی کمی موجودہ سیاسی جماعتوں اور حکومت کے خلاف یہ بے رخی، عوام اور سماج کی جانب سے ملکی سیاست اور اس کے طریقۂ کار بیزاری کا اعلانیہ بھی ہوسکتا ہے۔ ایسے میں سیاست دانوں کو اپنے نظریات اور طریقۂ کار پر بھی نظر ثانی کرنی چاہیے، انتخاب کے وقت پورے پانچ سال اپنے حلقۂ انتخاب سے غائب رہنا، انتخابی منشور میں کیے گیے دعوے کو پورا نہ کرنا اس سردمہری کا بڑا سبب ہے۔

بھاجپا دور میں انتخابی عمل کو دن بدن لمبا کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے عوام انتخابی عمل سے اکتا جاتی ہے اسے لیڈروں کی آمد ورفت کے موقع سے عوامی آمد ورفت میں دشواریاں ہوتی ہیں، دکانیں بند ہوجاتی ہیں، کاروبار ٹھپ ہوجاتا ہے اور کمزور لوگوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، اگر انتخابی عمل کو مختصر کیا جائے تو لوگوں کی دلچسپی ووٹنگ سے بڑھے گی۔

ان امور پر اگر حکومت اور انتخابی کمیشن توجہ دے اور ان اسباب کو دور کرنے کی شکلیں نکالے تو ووٹ کا تناسب بڑی حد تک بڑھ جائے گا، اور معلوم ہوگا کہ جمہوریت کے اس تہوار میں پورا ہندوستان کثرت کے ساتھ شریک ہے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا امداد اللہ قاسمیؒ

دار العلوم دیو بند کے سابق معین المدرس ، مدرسہ امدادیہ موریا سرائے کیلا کھرساواں اور مئوبھنڈ موسیٰ بنی، جھارکھنڈ کے سابق استاذ؛ بلکہ استاذ الاساتذ، آم بگان مسجد جمشید پور کے سابق امام جمشید پور جمعیت علماء کے سابق صدر متبحر عالم دین، نامور خطیب، مفسر قرآن، بڑے عامل، مولانا امداد اللہ قاسمی ساکن موڑیا، سرائے کیلا کھرساواں جھارکھنڈ کا مختصر علالت کے بعد اپنے گھر پر انتقال ہو گیا، ان کے صاحب زادہ مفتی اسعد اللہ کے مطابق رات کے بارہ بجے وہ بستر پر دراز ہوئے، تین بجے شب اٹھ کر مسواک کیا، وضو کیا، تہجد کی نماز پڑھی، مصلیٰ پر بیٹھ کر ذکر کرتے رہے تا آں کہ فجر کی اذان ہوگئی، گھر پر ہی فجر کی نماز ادا کی، تنفس زوروں پر تھی، بے چینی بڑھتی جارہی تھی، مصلیٰ پر ہی لٹا دیا گیا، گو انہوں نے ڈاکٹر کے یہاں لیجانے سے منع کر دیا تھا، لیکن پھر بھی بچوں نے فکر کی، جب تک ڈاکٹر آئے، ان کی روح پرواز کر چکی تھی، اسے کہتے ہیں، طاب حیا و مات طیبا۔

جنازہ کی نماز ان کے بڑے صاحب زادے مفتی محمد اسعد اللہ قاسمی مہتمم جامعہ عبد اللہ بن مسعود کلام نگر، قدم ڈیہا کھرساواں، نے پڑھائی اور سینکڑوں معتقدین، متوسلین، مخلصین، عزیز واقربا اور عام مسلمانوں کی معیت میں جنازہ مقامی قبرستان پہونچا اور تدفین عمل میں آئی، پس ماندگان میں اہلیہ، سات لڑکے مفتی اسعد اللہ قاسمی، مولانا احمد اللہ ندوی، مولانا محمد اللہ، محمد حبیب اللہ، محمد وصی اللہ، محمد ولی اللہ، محمد نصیب اللہ اور دولڑکی عائشہ خاتون وصدیقہ کو چھوڑا۔

مولانا محمد امداد اللہ قاسمی بن قربان علی اپنے آبائی گاؤں موڑیا جھارکھنڈ میں جنوری ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے، چھ سال کی عمر میں گاؤں کے مکتب میں بٹھائے گیے اور مولانا عبد الباری سے قاعدہ بغدادی ناظرہ قرآن، دینیات، میزان ومنشعب گلستاں، بوستاں تک کی تعلیم حاصل کی، جس کا دورانیہ چھ سال کا رہا، ۱۹۷۱ء میں دار العلوم محلہ شاہ بہلول سہارن پور میں داخلہ لیا، یہ زمانہ مولانا اسلام الحق مظاہری کی نظامت کا تھا، یہاں ہدایۃ النحو تک کی تعلیم پائی، ۱۹۷۳ء میں مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم سہارنپور چلے آئے اور صرف ایک سال یہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۴ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے لیا، یہ شرح جامی کا سال تھا، مولانا کی طبیعت خراب ہوگئی، گھر لوٹ آئے اور ۱۹۷۶ء میں شرح جامی کے سال کا اعادہ کیا، ۱۹۷۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے دار العلوم دیو بند آگیے، اور مختلف سالوں کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۰ء میں مولانا نصیر احمد خان صاحب سے بخاری شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کیا، یہ صد سالہ کا سال تھا، اس لیے تحریری امتحان کے بجائے تقریری امتحان ہی پر اکتفا کیا گیا تھا، ۱۹۸۱ء میں تکمیل ادب کیا اور سالانہ امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی، ۱۹۸۲ء کا سال تخصص فی الادب کا تھا۔ ۱۹۸۳ء میں امتحان میں اچھے نمبرات اور اساتذہ میں ذہین طلبہ کے طور پر جانے جانے کی وجہ سے معین المدرس کے طور پر دار العلوم دیو بند میں بحالی عمل میں آئی۔

معین المدرس کی مدت ختم ہونے کے بعد ۱۹۸۵ء تا ۱۹۸۷ء (نصف) جامعہ علوم الاسلامیہ پلانیر میں تدریسی خدمات سے منسلک رہے، پھر مدرسہ امدادیہ موریا میں ۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۵ء تک درس دیتے رہے، اس دوران ہدایہ بھی زیر درس رہی ۱۹۹۵ء ۱۹۹۷ء تک مئوبھنڈا، موسیٰ بنی جھارکھنڈ میں درس دیتے رہے، ۱۹۹۷ء میں ہی آم بگان مسجد ساکچی، جمشید پور کے امام وخطیب رہے، یہ سلسلہ ۲۰۰۵ء تک جاری رہا، یہاں وہ پابندی سے تفسیر قرآن کرتے اور بڑی تعداد مسلمانوں کی ان کے درس سے مستفید ہوا کرتی تھی، بعد نماز ظہر ایک فقہی مسئلہ ہر روز بیان کرتے، جس سے عوام الناس کو بڑا فائدہ پہونچتا، ان کے قرآن کریم پڑھنے کا انداز بھی بڑا پُر کشش تھا۔

جمعہ کی اردو تقریر کے ساتھ مولانا مختلف پروگرام میں بحیثیت خطیب بلائے جاتے، پُرمغز، مدلل اور مؤثر تقریر کرتے، مولانا کے اندر جرأت اظہار بھی تھی اور مضبوط بلند آہنگ آواز بھی، اس لیے مجلس پر چھا جاتے، آم بگان میدان کی اس تقریر کی بازگشت آج بھی لوگوں کے کانوں میں گونج رہی ہے، جو انہوں نے اشفاق صاحب سابق ڈی اس پی کی دعوت پر اس وقت کے جھارکھنڈ کے وزیر اعلیٰ ارجن منڈا کے سامنے "مساوات انسانی" کے عنوان پر کی تھی۔

مولانا کا ملنے جلنے کا انداز بھی نرالا تھا، ہونٹوں پر مسکراہٹ، چہرہ پر بشاشت اور پیشانی خندہ ہوا کرتی تھی، جس کی وجہ سے ملنے والا ان سے قربت محسوس کرتا اور متاثر ہو کر مجلس سے اٹھتا، مولانا کی شہرت ایک اچھے عامل کی بھی تھی، ان کے پاس ہر قسم کے جنات مؤکل کی صورت میں موجود تھے، جن سے وہ جنات اور آسیب، سحر اور مختلف امراض کے دور کروانے میں مدد لیا کرتے تھے، وہ اپنے مریضوں کا جناتوں کے ڈاکٹر سے علاج بھی کروادیا کرتے تھے۔

مولانا سے میری ملاقات بہت نہیں تھی، حالاں کہ ان کی اور میری تعلیم کا دورانیہ دار العلوم دیو بند میں ایک ہی تھا، میں ان سے دو سال جونیر تھا، انہوں نے ۱۹۸۰ء میں دورہ پڑھا تھا اور میں نے ۱۹۸۲ء میں، وہ تکمیل ادب اور تخصص فی الادب کی طرف گیے اور میں نے ۱۹۸۲ء میں دورہ کرنے کے بعد دار العلوم سے افتا کی تکمیل کی، وہ معین المدرس بن گیے اور میں جمعیۃ الطلبہ کا جنرل سکریٹری، سجاد لائبریری اور نادیۃ الاصلاح کا صدر منتخب ہوگیا، اس طرح دار العلوم میں ان کی مضبوط علمی پوزیشن تھی، دورہ میں میری بھی پوزیشن آئی، لیکن شہرت جمعیۃ الطلبہ کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے رہی، جب سمت سفر مختلف ہو تو ملاقات کے امکانات کم ہو جاتے ہیں، اس لیے مجھے دیو بند میں ان سے کوئی ملاقات یاد نہیں، البتہ وہ مجھے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے، جس کا اظہار انہوں نے ۷؍ مارچ ۲۰۲۳ء کو اپنے گھر پر میری ملاقات کے موقع سے کیا تھا، ایک ملاقات آم بگان مسجد ساکچی جمشید پور کی میں ان کے دور امامت کی بھی یاد ہے، میں ان دنوں مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور چھوڑ کر امارت شرعیہ آگیا تھا، اس موقع سے انہوں نے بعد نماز عصر آم بگان مسجد میں میری تقریر بھی کرائی تھی، مولانا مرحوم نے تحفظ سنت اور رد بدعات کے حوالہ سے بھی بڑا کام کیا، جس سے اس علاقہ میں سنتوں پر عمل کا مزاج بنا اور بدعات کا زور کم ہوا۔

گذشتہ ۷؍ مارچ ۲۰۲۳ء کو ان کے صاحب زادہ مفتی اسعد اللہ قاسمی نے جامعہ عبد اللہ بن مسعود کلام نگر میں جلسہ دستار بندی رکھا تھا، مولانا مرحوم نے صاحب زادہ کو ہدایت دی تھی کہ پہلے مجھے گھر لایا جائے، ناشتہ وہیں کروں اور پھر جلسہ کے اعتبار سے جلسہ گاہ پہونچا دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، کئی گھنٹے مولانا کے ساتھ گذرے ماضی کے اوراق الٹے تو الٹتے چلے گیے۔

یقیناً مولانا کی شخصیت ہمہ جہت تھی، علم، تقویٰ، طہارت، صلاحیت اور صالحیت میں اپنے ہم عصروں میں وہ ممتاز تھے، مولانا کا وصال بڑا ملی، علمی خسارہ ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی مغفرت فرمائے، ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل اور ان کے اخلاف کو اس راہ پر چلائے جو اللہ کی مرضیات کے مطابق ہو۔ آمین یارب العالمین

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

نسیم شمال

جناب بشیر احمد شاداں فاروقی (۲۰۰۴-۱۹۲۵) کا شمار ہمارے عہد کے نامور محقق، مؤرخ، تذکرہ نگار اور شاعروں میں ہوتا ہے، بقول ڈاکٹر عبد المنان طرزی "شعروادب کی خدمت بہت لوگ کرتے ہیں، لیکن خدمت کو عبادت بنا لینے والے بہت کم ہوتے ہیں، شاداں فاروقی کا کمال یہ تھا کہ شاعری، تحقیق تذکرہ نگاری، نکتہ بینی انکا مشغلہ نہیں خدا کی عبادت بن گئی تھی" انہوں نے جو کچھ لکھا، خلوص اور عرق ریزی کے ساتھ لکھا، جو کتابیں حوالہ کے لیے دستیاب نہیں تھیں، ان کو اپنے قلم سے ہو بہو نقل کیا؛ تاکہ مطبوعہ اور مخطوطہ میں فرق نہ ہو، نقل مطابق اصل اور حوالہ دینا ہو تو صفحہ اور سطروں میں بھی یکسانیت، آئینہ ترہت، مسلم شعراء بہار کی تین جلدیں، موج سلطانی جیبی کتابیں انہوں نے ہو بہو نقل کیں اور اپنی بینائی کا بیش تر حصہ اس کی نظر کر دیا، تحریر انتہائی خوش خط تھی، میں جب تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی ترتیب دے رہا تھا تو دربھنگہ جا کر ان کی کتابوں سے استفادہ کیا تھا، انہوں نے تذکرہ بزم شمال خود اپنے ہاتھوں مجھے دیا تھا، بزم شمال جلد دوم، تذکرہ نسیم شمال، تاریخ دربھنگہ کی تین جلدیں، بیگمات شایان ہند، مغل شہزادے، مغل شہزادیوں، ہندوستان کے مسلم مؤرخین اور دنیا کے مسلم مؤرخین کے مسودات انہوں نے مجھے دکھائے تھے، کسی کی ترتیب مکمل تھی، کوئی صاف کرنے کے مرحلہ میں تھی اور کسی کے مواد کو مرتب کرنا ابھی باقی تھا، میرا ان کے آبائی گاؤں علی نگر جانا ان کی زندگی میں تو نہیں ہو سکا، لیکن دربھنگہ میں ان کے مستقر شعرستان، نور الحسن لین میں بار بار جانا ہوا، ان کی اقامت گاہ ثانی رحم گنج میں ان کے داماد کے گھر بھی ملاقات کے لیے جانا ہوتا تھا، وہ اپنی قیمتی کتابوں کے تحفظ کے لیے فکر مند تھے، خانقاہ مجیبیہ کے اکابر سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی، امان المستخیرین حضرت سید شاہ امان اللہ قدس سرہ کے دست گرفتہ تھے اور اس کے اثرات ان کی زندگی پر بڑے مثبت اور گہرے تھے۔

اللہ کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ ان کی قیمتی لائبریری خانقاہ مجیبیہ منتقل ہونے کی وجہ سے محفوظ ہوگئی اور اس منتقلی کے نتیجے میں حضور سجادہ کی توجہ سے "نسیم شمال" طباعت کے مرحلے سے گذر کر اہل علم کی آنکھوں کا سرمہ بن گیا، اس کے لیے علمی دنیا کو دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ انہوں نے اسے زر کثیر صرف کر کے ہم تک پہونچا دیا۔

"نسیم شمال" تین سو باون صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں دو سو دس اکابر ومشائخ کے حالات درج ہیں، مختلف سلاسل کا تعارف، شاخیں، ان کے نام، کام اور کرامتوں سے بھی اس کتاب میں انہوں نے واقفیت بہم پہونچائی ہے اور بہت سارے مشائخ کے تذکرے کو محفوظ کر دیا ہے، یہ کتاب "نام نیک رفتگاں ضائع مکن" کی عملی تجسیم اور تصویر ہے۔

شاداں فاروقی نے کتاب کا انتساب اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قدس سرہ کے نام کیا ہے جو اپنے شیخ سے ان کی محبت وعقیدت کی بین دلیل ہے، پھر دم عارف کے نام سے علامہ اقبال کی ایک رباعی درج ہے، اس کے بعد زیب سجادہ مجیبی حضور مولانا سید شاہ آیت اللہ قادری دام فیوضہ کا بسیط مقالہ حرف اولیں کے نام سے شامل کتاب ہے جو صفحہ ۲۳ سے صفحہ ۴۶؍ تک پھیلا ہے، اس میں حضور سجادہ نے تصوف کے مختلف ادوار، سلاسل، تصوف کے رموز ونکات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے، یہ مقالہ حضرت زیب سجادہ کی علمی بصیرت، تصوف پر گہری نظر کی شاہد اور اس کے دروبست کے جائزے پر مبنی ہے، جو اس موضوع پر ان کے بسیط مطالعہ کی غماز ہے، حرف اولین کے آخری چار صفحات کتاب اور صاحب کتاب کے حوالہ سے ہیں جس سے اس کتاب کی تصنیف کے بعد طباعت تک کے سفر کی روداد سے ہم واقف ہوتے ہیں۔

اس کے بعد تیسرا مضمون "کچھ تصنیف کے بارے میں" ڈاکٹر فضل اللہ قادری صاحب کا ہے، جو صرف دو صفحہ ہے جسے ان کی موجز نگاری کے کمال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، اس کے بعد مؤلف کا پیش لفظ ہے، جس میں مختصر میں انہوں نے اس کتاب کی تالیف، ماخذ ومراجع کی حصولیابی میں دشواریاں اور تعاون کرنے والے اشخاص اور مفید ثابت ہونے والے کتب خانوں کا ذکیا ہے اور ان کے لیے تشکر وامتنان پیش کیا ہے۔

مؤلف کا مقدمہ کتاب طویل ہے، جس میں تصوف اور اس کے متعلقات کا جائزہ لیا ہے، صوفی کے اوصاف، اہل تصوف کی قسمیں، تصوف کی اہمیت اور ضرورت، تصوف کی نشو نما، درجات تصوف، تصوف کی وادیاں، عالم تصوف، تصوف کے سلاسل، تصوف کی افادیت، تصوف کی ایذا رسانی اور تصوف کا زوال جیسے اہم موضوعات زیر بحث آتے ہیں، یہ مقدمہ صفحہ ۸۰؍ تک پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس کے بعد ہر سلسلہ کی تاریخ عموماً بہار کے حوالہ سے مذکور ہے، جن سلاسل پر گفتگو کی گئی ہے ان میں سلسلہ عالیہ قادریہ، سلسلہ قادریہ رزاقیہ، سلسلہ قادریہ وارثیہ، سلسلہ وارثیہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ چشتیہ آبادانیہ، سلسلہ صابریہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ، سلسلہ چشتیہ مسلسل وخاندان پیردمڑیا، (بقیہ ص: ۹؍ پر)

حکایات اہل دل

ایک صحابیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا، عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں، ایک انصاریہ عورت نے کہا جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں، میں اسے تسلیم نہیں کروں گی، چنانچہ وہ اس ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا، کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں: "مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں، البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پڑی ہوئی ہے، اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی، اس ماں کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اثر تھا کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سنی مگر کوئی پرواہ نہیں کی، سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے، پوچھتی ہیں، مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا، مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، اسی طرح بھائی کے لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی، آگے ایک اور صحابیؓ ملے، پوچھی ہیں: "مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جگہ موجود ہیں، چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں، جب وہاں پہونچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا یک کونہ پکڑ کر کہا: "کل مصیبة بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سهل" (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہوگئیں۔ (خطبات ذو الفقار:۱۰۲/۲)

ذکر حبیب نے تڑپا دیا دل: ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گزرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ ذرا بلند آواز سے کہے: "سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والهیبة والقدرة والکبریاء والجبروت" (پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی ودبدبے والا ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے محبوب کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل مچل اٹھا، فرمایا کہ اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دینا، اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا آدھا ریوڑ، اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہوکر فرمایا اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ فرمایا بقیہ آدھا ریوڑ، اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہا اے بھائی الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیئے اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کے کچھ بچا نہیں اب آپ کیا دیں گے؟ فرمایا اے بھائی میں تیری بکریاں چرایا کروں گا، تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کردو، اس نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ کو مبارک ہو، میں تو فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے، سبحان اللہ (عشق الٰہی، ص:۳۱)

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا
جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت نامنظور: حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی، کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا، میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا، ہمسایہ سے میں نے ذرا ونچا اونچا بولنے کی آواز سنی پوچھا، بھائی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کیں فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لئے اب بھی تیار ہوں، لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کرلے تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا، مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی، فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی: "اِنَّ اللہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے جو بھی گناہ لے کر آئے گا، میں چاہوں گا، سب معاف کروں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا" (تمنائے دل، ص:۳۸)

محبت کی شمع کہاں جلتی ہے ؟ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا، پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں، انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو، وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگا کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی کہیں ہے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں اس صفحہ کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادھم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لیے اللہ والوں سے محبت، اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے جب اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ کے نام سے بھی محبت ہوجاتی ہے۔ (تمنائے دل، ص:۴۷)

ایک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

شیخ شبلیؒ محبت ومعرفت کی دکان میں: شیخ شبلی حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے، آپ یہ نعمت عطا کریں، چاہے اس کو مفت دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں، حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی، شبلی نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لئے تیار ہوں، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو، جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاء وعطا کردیں گے، کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ، گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی، ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث وتکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی، چار و ناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو، جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ، اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا، ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا، عرض کیا پتہ نہیں، حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو، گورنر صاحب حیران رہ گئے، حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار رہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ، گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے، چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا، لہذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی، مانگتے ہوئے، جاؤ محنت ومزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ، عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے، کسی نے کچھ نہ دیا، ہر ایک نے جھڑکیاں دیں، یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا، حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے، پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں، گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی، مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا، اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی ہوگئیں، چند ماہ کے اندر احوال وکیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہوگیا، بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا، آپ نے فہرست بنانا شروع کیا، حضرت کی توجہات تھیں، چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہوگئی، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو، جاؤ، ان لوگوں سے حق معاف کرواکے آؤ، چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی، بعض نے تو جلد معاف کردیا، بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا، ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے، ان سے حق بخشواتے رہے حتی کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے، اب آپ کی خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا، مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ "میں" نکل گئی تھی، باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے، پس رحمتِ الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کردیا، بس پھر کیا تھا، آنکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل ودماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تار وپود بکھر گئے، معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہوکر خزینہ بن گیا اور آپ عارب باللہ بن گئے۔ (عشق الٰہی، ص:۳۳ تا ۳۵)

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا ہمیشہ وہ رنج والم دیکھتے ہیں

گر قبول افتدز ہے نصیب: حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے، جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں، مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا، اس لئے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا، اے اللہ میرے محبوبؐ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں، چنانچہ دعا قبول ہوئی، حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکرؓ" (بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابوبکرؓ ہے)۔ (عشق رسول، ص:۶۶)

صابر وشاکر دونوں جنتی: عمران بن حطان ایک مشہور ومعروف فصیح وبلیغ شاعر گزرا ہے، اس کی ذہانت وذکاوت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے کہ وہ بے انتہا سیاہ فام اور بدصورت تھا اور جتنا وہ بدصورت تھا، اس کی بیوی اتنی ہی خوبصورت تھی، ایک دن اس کی بیوی بہت دیر تک اس کے چہرے کو دیکھتی رہی اور پھر اچانک اس نے کہا: "الحمدللہ"

عمران نے پوچھا: "کیا بات ہے، تم نے کس بات پر الحمدللہ کہا ہے؟ بیوی نے کہا: "میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا ہے کہ ہم دونوں جنتی ہیں" عمران نے پوچھا: "وہ کیسے؟ کہنے لگی: "اس لئے کہ تمہیں مجھ جیسی بیوی ملی، تم نے اس پر شکر ادا کیا اور مجھے تمہارے جیسا شوہر ملا، میں نے اس پر صبر کیا اور اللہ نے صابر اور شاکر دونوں کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

Scanned with CamScanner

علم حدیث کے فروغ میں ہندوستانی علماء کی خدمات

ڈاکٹر خواجہ غلام السیدین ربانی

اسلام نے دنیا کو کئی علوم سے نوازا ہے، جن میں تفسیر، حدیث، تاریخ، منطق، فقہ، کلام، بیان، خطابت، خطاطی وغیرہم قابلِ ذکر اہمیت کے حامل ہیں عرب میں علم اسماء الرجال پہلے سے رائج تھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد علمِ حدیث کی شکل اختیار کی۔ علمِ حدیث اور ذخیرۂ احادیث دنیا کی وہ واحد صنفِ ادب ہے جس میں کسی مذہبی پیشوا کے حالاتِ زندگی حلیہ، اسوہ، اقوال اور اعمال وعادات کو من وعن، سینہ بہ سینہ منتقل کرتے ہوئے 14 سو سال تک بلا تغیر وتبدل پوری صحت کے ساتھ محفوظ رکھا گیا ہے۔ یہ اپنی جگہ پیغمبر اسلام کا ایک معجزہ اور حفاظت قرآن کریم کی طرح خدا کی ایک اور نشانی ہے۔ علم حدیث اسلامی علوم میں سے ایک ہے جو دیگر علوم کی طرح سرزمین عرب سے نکل کر دعوت اسلام اور قرآن کریم کے ساتھ ساتھ دنیا کے دوسرے خطوں تک پہنچا۔ دیار عرب میں علم حدیث کی ترویج اور تدوین حدیث کی تاریخ ایک علیحدہ باب ہے جس کا بیان یہاں زیادہ برمحل نہیں ہوگا۔ اس لیے ہندستان میں علم حدیث کی آمد کی تاریخ کی طرف رخ کر لینا زیادہ مناسب ہوگا۔

ہندستان میں علم حدیث کی تاریخ کی طرف آنے سے پیشتر ماقبل رسالت اور بعد از رسالت عرب ہند تعلقات کا مختصر ذکر ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں مولانا عبدالحیؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ اور قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے بیش قیمت معلومات فراہم کیں ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ عرب تاجر ہندستان کے مسالہ جات، ریشمی کپڑے، مہنّد تلواروں وغیرہم کے ساتھ ساتھ یہاں کے فلسفے، مذہبی رجحانات اور تصوف کے علاوہ علوم مثلاً آیوروید، نجوم، ریاضی، تفریحی مشغلے، شطرنج اور سنسکرت ادب (پنچ تنتر کہانیاں) وغیرہم سے واقف ہی نہیں بلکہ استفادہ بھی کر رہے تھے۔ یہ استفادہ یک طرفہ نہیں رہا۔ اس 'لین' کے بدلے ''دین'' کے طور پر اسلامی علوم ہندستان منتقل ہونے لگے۔ مسلمان فاتحین اور حکمرانوں کی حیثیت سے تو بذریعہ سندھ وخیبر بہت بعد میں ہندوستان آئے لیکن بحیثیت تاجر اور مبلغ مغربی سواحل پر بہت پہلے آنے شروع ہو گئے تھے۔ اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل ہیں اور غلام علی آزاد بلگرامی نے ''سبحۃ المرجان'' میں زین الدین ملیاری کی کتاب ''تحفۃ المجاہدین'' کے حوالے سے کئی روایتیں درج کی ہیں۔ جن میں صحابیِ رسولؐ حضرت مالک بن دینارؓ کے ہندستان آ کر تبلیغ اسلام کرنے اور کیرالہ کے ساحل پر مساجد تعمیر کرنے کی روایت سب سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے حضرت مالک بن دینارؓ کی قبر آج بھی اُن کی تعمیر کردہ مسجد کے احاطے میں بمقام کڈانگور موجود ہے۔ مستند اسلامی تاریخ کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں سب سے پہلا اسلامی مشن ہندستان، بمقام تھانہ (ممبئی) پہنچا جو اس وقت بحر ہند کا آباد بندرگاہ تھا۔ اُس کے بعد یہ قافلہ دیبل اور بھڑوچ (گجرات) پہنچا۔ اس قافلے میں یقیناً وہ صحابہ رسول شامل تھے۔ جن کے ساتھ اسوۂ حسنہ اور احادیث رسول کی معطر ہوائیں ہندوستان آئیں۔ لیکن اس مشن کو علم حدیث کا پہلا مروج اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے باقاعدہ حدیث کے درس کی ابتداء نہیں کی تھی۔

ہندستان آنے والے صحابہ رسول میں حضرت حکیم بن ابوالعاصی ثقفیؓ 15ھ میں تھانہ اور بھڑوچ آئے۔ حضرت حکم بن غفاریؓ 23ھ میں مکران (سندھ) پہونچے، دیگر صحابہ حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ، حضرت سہل بن عدی انصاریؓ، حضرت صحار بن عباس عبدیؓ، حضرت عاصم بن عمرو تمیمیؓ اور حضرت عبداللہ انصاریؓ کی آمد کا بھی ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ تابعین میں حضرت تاغر بین دعرؒ، حضرت حارث بن مرہ عبدیؒ، حضرت حکیم بن جبلہ عبدیؒ، حضرت امام حسن بن ابوالحسن بصریؒ اور حضرت سعد بن ہشام انصاریؒ تبلیغ اسلام کے مشن پر ہندستان آئے۔ حضرت سعید بن کندیہ قشیریؒ 35ھ میں خلیفہ سلام حضرت عثمانؓ کی وفات کے وقت مکران کے امیر تھے۔

159ھ میں ربیع بن صبیح السعدی البصریؒ وہ پہلے تابعی بزرگ ہیں جن کے بابرکت قدموں کے ساتھ علم حدیث ہندستان پہنچا۔ دراصل 93ھ میں سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اور وہاں عرب حاکم مقرر کیے گئے تھے۔ جب 159ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے ایک فوج ہندستان کی طرف روانہ ہوئی تو اس میں حضرت ربیعؒ بھی تھے۔ حضرت ربیعؒ نے احادیث کے منتشر اوراق کو یکجا کرنے میں سب سے پہلے حصہ لیا تھا۔ ابن سعد نے اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں لکھا ہے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اسلام میں تصنیف کی۔ غزاء کے لیے ہندستانی سمندر میں گئے تو وہیں 160ھ میں انتقال کیا اور کسی جزیرے میں دفن ہوئے۔ ہندستان آنے والے ایک اور تابعی تھے حباب بن فضالہؒ جنھوں نے حضورؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ کی صحبت پائی تھی۔ اسرائیل بن موسیٰؒ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد تھے اور ہندستان بکثرت آتے تھے اس لیے آپ کا نام 'نزیل ہند' ہو گیا تھا۔ ابن حیان نے 'ثقات' میں اُن کے سفیر ہندستان کا ذکر کیا ہے۔ ابومعشر نجیح سندھیؒ وہ پہلے محدث ہیں جو نومسلم تھے اور دوسری صدی ہجری میں حدیث وسیر کے امام گذرے۔ مدینہ جا کر مقیم ہو گئے تھے۔ انتقال کیا تو خلیفہ ہارون رشید نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ دوسرے محدث بزرگ رجاء السندیؒ ہیں جو ایران پہنچ کر اسفرائنی کہلائے آپ نے فن حدیث میں وہ کمال پیدا کیا کہ مشہور محدث حاکم نے لکھا کہ ''رکن من الارکان الحدیث'' خلافت کا طرز بدلنے لگا۔ ملوکیت دھیرے دھیرے پاؤں جمانے لگی۔ اُموی اور عباسی خلفاء کا رویہ علوم اور علماء کے ساتھ بدلنے لگا۔ چنانچہ ان کی زیادتیوں سے پریشان ہو کر امن وسکون اور عافیت کی تلاش میں تبع تابعین اور اہل علم سندھ میں آ کر آباد ہونے لگے۔ ان کی نسلوں نے بھی علوم دینیہ اور حدیث کی ترویج میں حصہ لیا۔ سندھ کے علماء جو فن حدیث میں مشہور ہوئے یہ تھے: اسمٰعیل بن موسیٰ بصریؒ وارد سندھ، منصور بن حاتم نحویؒ، ابراہیم بن محمد دیبلی، احمد بن منصوریؒ (آپ سندھ کے دارالخلافہ منصورہ کے قاضی تھے)۔ اس کے بعد عباسیوں کی کمزوری کے باعث بیشتر جگہوں پر خودمختار غیر عرب حکومتیں قائم ہو گئیں۔ اور پھر تاتاریوں کے سیلابِ بلا کے بعد علومِ اسلامی کی فضا پر تو جیسے سناٹا چھا گیا۔ مذہبی علوم کی ضرورت صرف اس لیے رہ گئی کہ عہدۂ قضا حاصل کیا جائے اور اس مقصد کے لیے فقہ دانی سے کام چل جاتا تھا اس لیے علم حدیث بے اعتنائی کا شکار ہو گیا۔

ہندستان میں درۂ خیبر سے جو علماء وارد ہوئے وہ اپنے ساتھ جو علم لائے وہ صرف فقہ اور دانائی کا پشتارہ تھا کیونکہ یہی علم نظام حکومت کا مدار اور سلاطین کے تقرب کا ذریعہ تھا۔ غزنوی اور غوری تسلط کے بعد وسط ایشیاء میں شعر وشاعری، نجوم، ریاضی، فقہ واصول فقہ کا رواج بڑھ گیا۔ اور علم حدیث معدوم ہو گیا۔ مصابیح السنہ، اور مشکوٰۃ تبرکاً پڑھائی جاتیں، مسائل فقہیہ کو حدیث وسنت سے جانچنا اور فقہی اجتہاد کرنا متروک ہو گیا۔

پانچویں صدی ہجری کی ابتدا میں مسلمان حکمران درۂ خیبر کے راستے ہندستان میں داخل ہوئے۔ سلطان محمود غزنوی نے 412ھ میں لاہور فتح کر لیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود کے عہد میں ایک بزرگ شیخ اسماعیلؒ لاہور وارد ہوئے۔ آپ حدیث وتفسیر کے جامع البحرین تھے۔ آپ کے ساتھ علم حدیث وتفسیر لاہور آیا۔ شیخ موصوف کے بعد یہاں ڈیڑھ سو سال تک اندھیرا چھایا رہا۔ بالآخر ساتویں صدی کے اوائل میں حسن بن محمد صغانیؒ (صاغانی) نے ہندستان میں علم حدیث کی روشنی پھیلائی۔ آپ کا خاندان ماوراء النہر اور پھر غزنین سے تعلق رکھتا تھا لیکن ان کے بزرگ ہندوستان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ امام صغانی غزنوی ثم لاہوریؒ تنہا محدث ہیں جنھوں نے ہندستان میں حدیث کا علم عام کیا۔ اور ''مشارق الانوار'' اس دیار کی پہلی تصنیف اور خدمت حدیث ہے۔ سلاطینِ خاندان مملوک کی حکومت میں شہر دہلی علم وادب اور فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ دہلی میں اولیاء کرام اور علماء وفضلاء کے جماؤ کو دیکھتے ہوئے تاریخ فرشتہ نے بلبن سے علاء الدین خلجی تک کے زمانے کو 'خیر العصر' کہا لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اُس زمانے میں علم حدیث کا کوئی چرچہ نہیں رہا۔ البتہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے جن تین اساتذہ۔ کمال الدین زاہدؒ، محمود بن ابی الخیر بخاریؒ اور امین الدین محدث تبریزیؒ سے حدیث پڑھی وہ دہلی میں موجود تھے۔ محمد بن احمد بن محمد الماریکلی معروف بہ کمال الدین زاہدؒ (م 684ھ) ماریکلہ (گجرات) کے متوطن تھے انھوں نے امام صغانیؒ کی تصنیف 'مشارق الانوار' کا درس برہان الدین محمودؒ اور 'شرح آثار النیرین فی اخبار الصحیحین' کے مصنف کے ساتھ لیا تھا۔ حضرت نظام الدینؒ نے نجم الدین ابوبکر کی مسجد میں حدیث کی سماعت کی اور 679ھ میں آپ سے باقاعدہ سند حاصل کی۔ برہان الدین محمود بن ابی الخیر اسعد بخاری بلخیؒ سلطان بلبن کے زمانے میں حیات تھے۔ آپ بھی امام صغانیؒ کے شاگرد تھے اور ان ہی سے 'مشارق الانوار' کی سند حاصل کی تھی غالباً آپ ہی یہ کتاب دہلی لے کر آئے اور یہاں اس کا درس شروع کیا۔ انھیں مرغینان (وسط ایشیا) میں کتاب الہدایہ کے مصنف برہان الدین مرغینانیؒ (م 593ھ) سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ سلطان بلبن آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ نے 687ھ میں دہلی میں وفات پائی اور حوض شمسی کے مشرقی کنارے پر مدفون ہیں۔ امین الدین محدث تبریزیؒ نے قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں دہلی میں انتقال فرمایا۔

شمالی ہندستان اور مرکز حکومت دہلی کے اطراف جوانب میں کچھ بزرگان دین بلاشبہ مصروف ترویج علم دین تھے جن کے دم سے اسلامی علوم ترقی پا رہے تھے لیکن علم حدیث جس توجہ اور اہمیت کا متقاضی تھا وہ اسے حاصل نہیں ہو سکے تھے۔ ...

شاید یہی وجہ تھی کہ تاریخ کے صفحات پر یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب علاء الدین خلجی کے زمانے میں مشہور محدث شیخ شمس الدین مصریؒ اپنی چار سو (400) کتابوں کے ذخیرے سمیت ہندستان آئے تو ان کی قدر نہ ہوئی۔ ملتان کے علماء و فقہاء سے ملاقات کے بعد ان کے تاثرات یہ تھے کہ اس ملک میں علماء اور فقہاء کے نزدیک احادیث رسول کی اہمیت نہیں۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ یہ واقعہ ضیاء الدین برنی نے 'تاریخ فیروز شاہی' میں لکھا ہے۔ تغلق سلاطین کے زمانے میں علمی فضا کافی منتشر رہی اور دہلی سے دولت آباد کو دارالسلطنت کی منتقلی بھی علماء کے لیے پریشان کن رہی۔ سلاطین دہلی کے زیر اثر جس قدر علاقہ تھا وہ نویں دسویں صدی ہجری تک علم حدیث سے عموماً بے خبر رہا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مصر وعرب اور سفر حج کے لیے ان دنوں خشکی کا راستہ مستعمل تھا جو بہت دشوار گذار اور پر خطر تھا۔ سلاطین دہلی نے اُس وقت تک سمندر کے ساحل تک دخل نہیں پایا تھا۔ اس لیے دہلی کا مرکز علم حدیث کے سرچشمے سے سیراب نہ ہو سکا۔ ایسا لگتا ہے کہ حقیقتاً عرب اور ہندستان کو علم وفن کے استفادے کے لیے جوڑ دینے کی سعادت سلاطین گجرات کی قسمت میں تھی۔ سلطان احمد شاہ اول نے خودمختاری کے بعد گجرات کو عرب اور ہندستان کے بیچ 'سلسلۃ الذہب' بنا دیا اور اس طرح بحر عرب کے دونوں کنارے اس سنہری پل سے جیسے مل گئے۔ حجاج کرام اور علم کے مشتاق عرب کا رخ بحری راستے سے کرنے لگے اور اسی راستے سے علم حدیث کا تخم عرب سے آ کر ہندوستان کی زمین پر کونپلیں اور جڑیں مضبوط کرنے لگا۔ گجرات سے ہو کر یہ نور دہلی اور آگرہ کی خانقاہوں کے گیندوں پر منعکس ہوا۔

سب سے پہلے جو بزرگ اس تبرک کو سینے سے لگا کر ہندستان میں وارد ہوئے وہ مولانا نورالدین احمد شیرازیؒ تھے۔ جو میر سید شریف جرجانیؒ کے شاگرد تھے۔ نویں صدی کے خاتمے اور دسویں صدی کے آغاز کا یہی زمانہ دراصل ہندستان میں علم حدیث کے باقاعدہ آغاز اور فروغ کا زمانہ ہے، مصر، شام وحجاز میں امام الحدیث حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م 902ھ) کے فضل وکمال کا آفتاب اپنے نصف النہار پر تھا۔ حافظ سخاویؒ کے تلامذہ میں سب سے پہلے غالباً راجح بن داؤد گجراتی ہیں جو 894ھ میں حافظ موصوف کے حلقے میں داخل ہوئے اور الفیہ حدیث کی سند حاصل کی پھر گجرات وارد ہوئے۔ 904ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔ اُن کے ہم عصر تھے مولانا علاء الدین احمد نہروالیؒ۔ آپ نے عرب جا کر حافظ فہدؒ اور نورالدین شیرازیؒ کے حدیث کی سند حاصل کی 949ھ میں وفات پائی۔ حافظ سخاویؒ کے دوسرے شاگرد جمال الدین محمد بن عمر حضرمیؒ، مظفر شاہ ثانی، سلطان گجرات کے زمانے میں احمد آباد آئے۔ خود سلطان نے آپ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ احمد آباد میں 931ھ میں وفات پائی۔ دسویں صدی ہجری میں بعض دیگر علماء ہندستان آئے اور علم حدیث کو فروغ دیا۔ ان میں قابل ذکر ہیں: شیخ عبدالمعطی مکی (م 989ھ- احمد آباد)، شہاب احمد مصریؒ (م 992ھ- احمد آباد) شیخ احمد فاکہی حنبلیؒ (م 992ھ)، شیخ رفیع الدین شیرازی (م 954ھ- اکبرآباد) شیخ ابراہیم بغدادی، شیخ ضیاء الدین مدنیؒ (مدفون کاکوری)، شیخ بہلول بدخشیؒ، خواجہ میر کلان ہرویؒ (م 981- اکبرآباد) اور پھر سلسلہ ہنوز چلتا رہا، یہاں بڑے بڑے محدثین پیدا ہوتے رہے اور علم حدیث کا فروغ ہوتا رہا۔

Scanned with CamScanner

مسلم خواتین میں خوداعتمادی کا جذبہ

مولانا بدرالحسن القاسمی

عہد نبوت میں عورتوں کو اپنے حقوق وفرائض کا پورے طور پر اِدراک تھا، چنانچہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ اسلام نے آ کر انہیں کتنا بلند مقام عطا کیا ہے؟ اور وہ کن اُمور میں مردوں کی ہمسری کرسکتی ہیں؟ اور کن کن اُمور میں وہ مردوں سے سبقت لیجاسکتی ہیں؟ کیونکہ خواتین نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے مزید تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کی درخواست کی اور یہ مطالبہ کیا کہ مردوں کی طرح اُن کے لئے بھی خصوصی درس کا نظم کیا جائے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ خواہش پوری فرمائی۔

عورتوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مسائل دریافت کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا جن کے ذکر میں بظاہر حیاءرُکاوٹ بن جایا کرتی ہے اور عورتیں اُن کے بارے میں صحیح شرعی علم سے محروم رہ جایا کرتی ہیں۔

بعض خواتین کے سامنے اگر کسی نے غلط شرعی مسائل بیان کئے اور اُن کو شبہ ہوا تو خاموش بیٹھ جانے کے بجائے اُنہوں نے خود ہی پیش قدمی کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست مسائل دریافت کئے اور اپنے ساتھ مردوں کی معلومات کو بھی دُرست کیا، چنانچہ مشہور محدث حافظ ابن حجرؒ سُبیعہ بنت الحارث کے رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے خود سوال کر کے صحیح مسئلہ جاننا چاہا اسی طرح ہر مرد وعورت کو چاہئے کہ اگر کسی مفتی یا قاضی کے بیان کردہ مسئلہ یا فیصلہ کے بارے میں شبہ ہو تو وہ صورتِ حال کی وضاحت کرانے سے باز نہ آئے، خواہ مسئلہ کتنا ہی پیچیدہ اور نازک کیوں نہ ہو، اس معاملہ میں عمر کی بھی کوئی قید نہیں ہے، جوان اور بوڑھی سبھی خواتین مسئلہ کی صحیح نوعیت معلوم کرنے کا یکساں حق رکھتی ہیں، چنانچہ امام احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ:

(بقرعید کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر پیچھے فضل بن عباسؓ کو سوار کر رکھا تھا کہ قبیلہ خثعم کی ایک نہایت ہی خوبصورت خاتون نے سامنے آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے والد نہایت ہی ضعیف ہیں، وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے اگر میں اُنکی طرف سے حج ادا کردوں تو اُن کا حج ادا ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہاں ہو جائے گا)

شادی بیاہ کے معاملہ میں بھی عورت کے مفاد کا احساس باپ یا عورت کے دوسرے سرپرستوں کو ہوتا ہے، چنانچہ نکاح کیلئے ولی کی شرط لگائی گئی ہے لیکن ولی عورت کے مفاد کے خلاف اقدام کرے اور اُس کی شادی ایسی جگہ کرنی چاہئے جو اُسے ناپسند ہے یا عورت پختہ عمر کی ہوگئی ہے اور وہ خود ہی کسی بنا پر اپنے نکاح کے معاملہ کو طے کرنا چاہتی ہے تو اس کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے اور ایک طرف عورتوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اس معاملہ میں شوخی و بے حیائی کا مظاہرہ نہ کریں اور دوسری طرف اُس کے سرپرستوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ بالغ عورت کی رائے کو اہمیت دیں اور ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے عورت کو نقصان پہنچ سکتا ہو، چنانچہ بخاری شریف میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ: جعفر کی اولاد میں سے ایک خاتون کو اس بات کا اندیشہ پیدا ہوگیا کہ اس کے ذمہ داران اس کی شادی ایسی جگہ کردیں گے جو اُسے پسند نہیں ہے، لہٰذا اُس نے انصار کے دو ذمہ داروں کے پاس اس سلسلہ میں پیغام بھیج کر اپنے اندیشہ کا اظہار کیا تو اُن دونوں نے یقین دہانی کرائی کہ: ”تم ڈرو مت، اس لئے کہ فاطمہ بنت خدام کی شادی اُس کے باپ نے ایسی جگہ کردی تھی جو اُسے ناپسند تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو کالعدم قرار دیدیا)

اسی طرح حضرت بریرہؓ کو مُغیث نامی شخص کے ساتھ ازدواجی تعلق برقرار رکھنا پسند نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر کہا کہ کیا مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم دے رہے ہیں کہ میں ہر حال میں اُن کے ساتھ ہی رہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم نہیں میں صرف مشورہ دے رہا ہوں، سفارش کر رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ مجھے اُن کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور میں اُن کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی آزادی پر روک نہیں لگائی اور انہوں نے شوہر سے علیحدگی حاصل کرلی۔

حافظ ابن حجرؒ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”بریرہؓ کے اس سوال سے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دے رہے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا لازم ہے، اس لئے انہوں نے وضاحت چاہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یا مشورہ؟ جسے قبول کرنے اور نہ کرنے کا اُن کو اختیار ہو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مشورہ کا ماننا ضروری نہیں ہے اور مشورہ دینے اور سفارش کرنے والے کا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، نہ ماننے پر، نہ ناراضگی کا اندیشہ ہے اور نہ ملامت کا، اس سے حضرت بریرہؓ کے حُسنِ اَدب کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کو نہیں مانتی بلکہ یہ کہا کہ مجھے ان شوہر صاحب کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/۲۳۴-۲۳۵)

یہی نہیں بلکہ ایک خاتون نے تو خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے براہِ راست نکاح کیلئے پیش کیا، جس کو دیکھ کر حضرت انسؓ کی بیٹی کہنے لگیں کہ کتنی بے حیا خاتون ہے یہ خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کیلئے پیش کر رہی ہے، تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ تم سے بہتر ہے، اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خود کو پیش کیا، اسی سے امام بخاریؒ نے یہ مسئلہ اُخذ کیا ہے کہ کوئی صلاح وتقویٰ میں امتیاز رکھنے والا شخص ہو تو اس کے سامنے عورت خود کو نکاح کیلئے پیش کرسکتی ہے اور یہ ظاہر کرسکتی ہے کہ وہ اس کے ساتھ شرعی اُصولوں کے مطابق ازدواجی رشتہ قائم کرنا چاہتی ہے۔

علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ: ”حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنے آپ کو اس شخص کے ساتھ نکاح کیلئے پیش کرسکتی ہیں جس سے برکت کی اُمید ہو“۔ اسی طرح اگر عورت ظلم وزیادتی کا شکار ہو یا اسے حقوق پورے نہ مل رہے ہوں تو اس کو شوہر سے علیحدگی اختیار کرلینے کا حق بھی ہے۔

ثابت بن قیسؓ کی اہلیہ کا قصہ مشہور ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واضح ہو جانے پر کہ شوہر اور بیوی کے درمیان نباہ کی کوئی شکل باقی نہیں رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم علیحدگی چاہتی ہو تو انہوں نے مہر کے طور پر تم کو جو باغ دیا ہے وہ واپس کردو اور وہ تمہیں چھوڑ دیں گے، انہوں نے کہا کہ بہت اچھا، چنانچہ اس نے باغ واپس کردیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر شوہر نے طلاق دیدی۔

اسی طرح عاتکہ بنت زید کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ: ”حضرت عمرؓ کی اہلیہ فجر اور عشاء کی نمازوں میں مسجد جایا کرتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو یہ بات پسند نہ تھی اور اُنہیں اس سے غیرت آیا کرتی تھی، جب اُن کی اَہلیہ سے کہا گیا تو کہنے لگیں تو پھر وہ ہمیں روکتے کیوں نہیں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ اس لئے نہیں روکتے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو“ (رواہ البخاری)

اس حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ: ”عبدالرزاق نے امام زہریؒ سے نقل کیا ہے کہ جس وقت حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا اُس وقت وہ مسجد میں ہی تھیں“ (فتح الباری: ۳/۳۴)

اس کے علاوہ عورت کو اس کی بھی گنجائش دی گئی ہے کہ وہ شرعی تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ حلال روزی کے لئے کوئی مناسب حرفت اختیار کرسکتی ہے، چنانچہ عائشہؓ کا بیان ہے کہ: ”ہم میں سب سے زیادہ سخی زینبؓ تھیں جو دستکاری کے ذریعہ مال کماتی تھیں اور اللہ کی راہ میں اس کا صدقہ کردیا کرتی تھیں“ (رواہ مسلم)

مستدرک حاکم میں ہے کہ: ”زینب بنت جحشؓ دستکاری کا ہنر رکھتی تھیں، وہ رنگ کا کام کرتی تھی اور پیسے جمع کر کے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں“ (فتح الباری: ۳/۲۹،۳۰)

فاطمہ بنت قیس کا بیان ہے کہ اعلان کیا گیا کہ مسجد میں اکٹھے ہو جاؤ نماز ہونے والی ہے، چنانچہ میں بھی جلدی سے چلی گئی اور مردوں کی صفوں کے پیچھے والی سب سے پہلی صف میں کھڑی ہوگئی۔ (رواہ مسلم)

اسی طرح اُمّ کلثوم بنت عقبہ ابھی دوشیزگی ہی کے عالم میں تھیں کہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے وہ ہجرت کر کے چل آئیں اور جب ان کے اہل خانہ نے ان کو واپس بلانا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی اور حضرت اُمّ کلثوم کو دوبارہ آزمائش میں مبتلا ہونے سے بچالیا۔

یہی نہیں خواتین کا حوصلہ عہد نبوت میں اتنا بلند تھا کہ وہ نہ صرف اللہ کی رضا اور ایمان کی حفاظت کیلئے ہجرت کی سعادت سے مشرف ہوتی تھی بلکہ وہ جہاد میں شرکت اور شہادت کے شرف سے ہمکنار ہونے کی تمنا بھی دل میں رکھتی تھیں اور برّی جنگ میں ہی نہیں سمندری سفر اور بحری لڑائی میں شرکت سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں۔

حضرت اَنس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قُباء کی طرف جاتے تھے تو اُمّ حرام بنت ملحان کے یہاں بھی تشریف لیجایا کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانے پینے کی کوئی چیز پیش کرتی تھیں، یاد رہے کہ اُمّ حرام حضرت عُبادہ بن الصامتؓ کے زیر نکاح تھیں، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُن کے گھر پر کچھ کھانا تناول فرمایا اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مسکراہٹ تھی تو اُمّ حرام نے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میری اُمت کے کچھ افراد میرے سامنے پیش کئے گئے جو اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے اس سمندر کی پشت پر تخت رکھ کر بادشاہوں کی طرح بیٹھ کر نکلیں گے، تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دُعاء فرمادیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل کرلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء فرمائی اور پھر سو گئے اور جب بیدار ہوئے تو مسکراتے ہوئے، چنانچہ اُمّ حرام نے پھر وہی سوال دہرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی طرح کا جواب عنایت فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قیصر کے شہر کو فتح کرنے کیلئے جو پہلا لشکر میرے اُمتیوں کا جائے گا وہ سب کے سب بخش دیئے گئے، اُمّ حرام نے پھر کہا کہ میرے لئے بھی دُعاء فرمادیجئے کہ میں اُن میں شامل ہو جاؤں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو پہلے گروہ میں شامل ہوگی، چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وہ سمندر کے معرکہ میں شریک ہوئیں اور سمندر سے نکلتے وقت اپنی سواری سے گر کر ہلاک ہوگئیں)

اس طرح اللہ نے اُن کے لئے شہادت کا انتظام فرمادیا۔

خواتین، اسلامی عہد میں شایانِ وقت کو بھی اُن کی غلطیوں پر ٹوکنے سے باز نہیں رہتی تھیں، زید ابن اسلم کا بیان ہے کہ اُموی حکمراں عبدالملک بن مروان نے ایک دن کسی نوکر کو بلایا اور غصہ میں اُسے لعن طعن کیا تو اُمّ الدرداءؓ نے اگلے دن عبدالملک بن مروان کو ٹوکا کہ تم گزشتہ رات کسی نوکر پر لعنت بھیج رہے تھے حالانکہ میں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”زیادہ لعن طعن کرنے والے لوگ قیامت کے دن نہ شفاعت کرسکیں گے اور نہ اُن کو گواہ بنایا جائے گا“۔

غرض یہ کہ عورتوں کی خوداعتمادی اور اپنی شخصیت پر بھروسے کی بہت سی مثالیں ہیں کہ انہوں نے بعض مواقع پر مردوں سے بھی زیادہ حوصلہ اور عزیمت کا ثبوت دیا ہے، مثال کے طور پر: صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت اُمّ سلمہؓ کی اصابت رائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا مشورہ دینا جس سے بہت بڑا فتنہ ٹل گیا۔

حضرت خولہؓ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے شوہر کے معاملہ میں بحث وگفتگو کرنا۔

عورتوں کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعت پر حضرت عمر بن الخطابؓ کے اعتراض کے جواب میں حضرت اُمّ سلمہؓ کی صاف گوئی۔

حضرت اُسماء بنت عُمیسؓ کا اُن کی ہجرت کے بارے میں حضرت عمرؓ کے اشکال پر ڈٹ جانا۔

اُسماء بنت اُبی بکرؓ کا سورج گرہن کی طویل نماز میں شریک رہنا۔

بیٹے کی وفات کی اطلاع شوہر کو دینے میں حضرت اُمّ سلیمؓ کا بے مثال صبر وضبط۔

باپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیٹی حفصہؓ کا خلافت کے بحران کو حل کے بارے میں دلچسپی لینا۔

اُسماء بنت اُبی بکرؓ کا حجّاج کے ظلم وجبر کے مقابلہ میں ڈٹ جانا۔

حضرت عائشہؓ کا دیگر صحابہ کرامؓ کی متعدد علمی غلطیوں کی اصلاح کرنا۔

اِن تمام مثالوں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورتیں معاشرہ میں کتنا اہم رول ادا کرسکتی ہیں، چنانچہ وہ خواتین جو علمی میدان میں امتیاز رکھتی ہیں وہ بہت سے اجتماعی مسائل کو حل کرنے میں بسا اوقات مردوں سے زیادہ مؤثر ہوسکتی ہیں۔

Scanned with CamScanner

رفح میں اسرائیلی آپریشن، دی ہیگ کی عدالت میں نئی سماعت شروع

غزہ پٹی کے جنوبی شہر رفح میں اسرائیلی فوج کے آپریشن کے خلاف نیدر لینڈز کے شہر دی ہیگ میں واقع اقوام متحدہ کی بین الاقوامی عدالت میں جنوبی افریقہ کی دائر کردہ نئی درخواست پر دوروزہ سماعت جمعرات سولہ مئی کو شروع ہوگئی، اس میں جنوبی افریقہ نے درخواست کی ہے کہ اسرائیل کو مجبور کیا جائے کہ وہ سات ماہ سے زیادہ عرصے سے جاری غزہ کی جنگ میں تباہ شدہ فلسطینی علاقے غزہ پٹی کے مصر کے ساتھ سرحد کے قریب واقع جنوبی شہر رفح میں اپنی فوج کی طرف سے کیا جانے والا زمینی آپریشن روک دے، غزہ کی تنگ ساحلی پٹی پہلے ہی ایک بہت گنجان آباد علاقہ تھا مگر سات اکتوبر کو حماس کے اسرائیل میں دہشت گردانہ حملے کے ساتھ شروع ہونے والی حماس اور اسرائیل کی جنگ میں اب تک اس خطے کی آبادی کا بہت بڑا حصہ نقل مکانی کے بعد رفح میں پناہ گزین ہو چکا ہے، رفح شہر میں پناہ لینے والے بے گھر فلسطینیوں کی تعداد غزہ پٹی کی مجموعی آبادی کے نصف سے بھی زیادہ بنتی ہے۔(ڈی ڈبلیو)

ایران میں جمعہ اور ہفتہ ویک اینڈ ہوں گے، پارلیمان کی منظوری

ایرانی پارلیمنٹ نے تمام سرکاری ملازمین کے لیے کام کے ہفتہ واری اوقات میں تبدیلیوں کی منظوری دیتے ہوئے جمعہ اور ہفتے کے دنوں کو اختتام ہفتہ قرار دیا ہے، بدھ کے روز ایرانی پارلیمنٹ کی طرف سے دی گئی اس منظوری کے بعد اتوار سے جمعرات کے دوران 40 گھنٹے کام کرنے والا ہفتہ قائم کیا جائے گا، اس قانون سازی کو ابھی ملکی آئینی نگران کونسل کی جانب سے قبولیت کی ضرورت ہے، ایران میں اس وقت ہفتے میں کام کے لیے 44 گھنٹے مختص ہیں جبکہ جمعرات کو آدھے دن اور جمعے کو مکمل چھٹی ہوتی ہے، سرکاری خبر رساں ایجنسی ایرنا کے مطابق اس تبدیلی پر پارلیمنٹ میں گرما گرم بحث ہوئی اور 136 قانون سازوں نے کام کے اوقات اور اختتام ہفتہ کے دنوں کی تبدیلی کے حق میں ووٹ دیا جب کہ 66 نے اس کی مخالفت کی اور تین اراکین غیر حاضر رہے۔(ڈی ڈبلیو)

سلوواکیہ کے وزیر اعظم کی حالت 'انتہائی تشویشناک' لیکن مستحکم

سلوواکیہ کے وزیر اعظم رابرٹ فیتسو کی ایک قاتلانہ حملے میں زخمی ہونے کے بعد حالت ''انتہائی تشویشناک''، لیکن مستحکم ہے، یہ بات اس ہسپتال کی ایک اہلکار نے بتائی، جہاں فیتسو زیر علاج ہیں، سلوواک وزیر اعظم پر بدھ کے روز ایک قاتلانہ حملے میں پانچ گولیاں چلائی گئی تھیں، یہ حملہ ایک ایسی قاتلانہ کوشش تھی، جس نے یورپی یونین کے رکن اس ملک میں موجود گہری سیاسی تقسیم کو عیاں کر دیا ہے، سلوواکیہ میں اس واقعے پر ریاستی سلامتی کونسل کا اجلاس بلایا گیا ہے اور کابینہ کے ارکان جمعرات کو اکٹھا ہوئے، سلوواکیہ کے شہر بنسکا بسٹر یکا میں واقع ایف ڈی روزویلٹ یونیورسٹی ہسپتال کی ڈائریکٹر مریم لاپونکووا کے مطابق وزیر اعظم کو لگنے والی متعدد گولیوں کا علاج کرنے کے لیے ڈوٹیموں نے ان کی پانچ گھنٹے تک سرجری کی، انہوں نے نامہ نگاروں کو بتایا کہ ''اس وقت (وزیر اعظم) کی حالت مستحکم لیکن تشویشناک ہے، وہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رہیں گے'' (ایجنسی)

صرف 12 سیکنڈ میں 25 ملین ڈالر کی کرپٹو کرنسی چرانے کے الزام میں دو بھائی گرفتار

امریکہ کی سب سے معتبر سمجھی جانے والی یونیورسٹیوں میں سے ایک میں پڑھنے والے دو بھائیوں پر 12 سیکنڈ میں 25 ملین ڈالر مالیت کی کرپٹو کرنسی چرانے کا الزام عائد ہوا ہے، 24 سالہ اینٹون پیراری بوینو اور 28 سالہ جیمز پیراری بوینو پر منی لانڈرنگ کرنے اور وائر فراڈ کے الزامات لگے ہیں اور امریکی محکمہ انصاف کے مطابق مبینہ چوری اپنی نوعیت کی ایسی پہلی واردات ہے، استغاثہ نے عدالت میں کہا ہے کہ دونوں بھائیوں نے جو امریکہ کے میسیچوسٹس انسٹیٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (ایم آئی ٹی) میں پڑھ چکے ہیں، یہ واردات اپریل 2023 میں کی تھی، ڈپٹی اٹارنی جنرل لیزا مونا کو نے عدالت کو بتایا کہ دونوں بھائیوں نے 25 ملین امریکی ڈالر مالیت کی ایتھیریئم کرپٹو کرنسی ایک ایسی اعلی پائے کی تکنیکی سکیم کی مدد سے چرائے جس کو تیار کرنے میں ان کو کئی ماہ لگے، لیکن چوری کرنے میں صرف چند سیکنڈ، لیزا مونا کو نے بتایا کہ امریکہ کی انٹرنل ریوینیو سروس (آئی آر ایس) کے ایجنٹوں نے اپنی نوعیت کے پہلے وائر فراڈ اور منی لانڈرنگ کی سکیم کو پکڑنے میں اہم کردار ادا کیا (بی بی سی)

فلسطین میں پُرتشدد کارروائیاں، کینیڈا میں چار 'انتہا پسند' اسرائیلیوں پر پابندیاں

کینیڈا نے مغربی کنارے میں فلسطینیوں کے خلاف تشدد کے الزام میں چار اسرائیلیوں پر پابندیاں عائد کر دی ہیں، خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق امریکہ اور برطانیہ سمیت دیگر اتحادیوں کی طرح کینیڈا بھی فلسطینیوں کے خلاف آباد کاروں کے بڑھتے ہوئے تشدد کو روکنے کی کوششوں میں شامل ہو رہا ہے، کینیڈا کی جانب سے 'انتہا پسند اسرائیلی آباد کاروں' کے خلاف یہ پہلا قدم ہے، کینیڈین وزارت خارجہ کے مطابق یہ پابندیاں ان اسرائیلی آباد کاروں پر عائد کی گئی ہیں جن پر فلسطینی شہریوں اور ان کی املاک کے خلاف تشدد اور پرتشدد کارروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام ہے، اپریل میں فرانس نے کہا تھا کہ وہ مقبوضہ مغربی کنارے میں فلسطینی شہریوں کے خلاف تشدد میں ملوث اسرائیلی آباد کاروں پر پابندیاں بڑھانے پر غور کر رہا ہے، سات اکتوبر کو حماس کے اسرائیل پر حملے کے بعد سے مقبوضہ علاقوں میں بھی کشیدگی بڑھ گئی ہے (اردو نیوز)

اتر پردیش (UPSSSC) کے ذریعہ ایگریکلچر ٹیکنیکل اسسٹنٹ کے لئے 3446 آسامیوں کے لیے نوٹیفکیشن

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن (UPSSSC) لکھنؤ نے ایگریکلچر ٹیکنیکل اسسٹنٹ (ایگریکلچر ٹیکنیکل) کی 3446 آسامیوں پر بھرتی کے لیے نوٹیفکیشن جاری کیا ہے، ان میں سے 689 آسامیاں خواتین کے لیے مخصوص ہیں، منتخب امیدواروں کو ڈائریکٹر زراعت، محکمہ زراعت کے طور پر تعینات کیا جائے گا، اس کا اشتہار نمبر Exam-07 / 2024 ہے، تمام قسم کے تحفظات کے فوائد اتر پردیش کے اصل باشندوں کو دستیاب ہوں گے، دوسری ریاستوں سے تمام زمروں کے غیر محفوظ امیدوار درخواست دینے کے اہل ہوں گے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ 31 مئی 2024 ہے، درخواست کی فیس 25 روپے ہے تمام زمروں کے امیدواروں کے لیے قابل ادائیگی ہے، درخواست فارم میں ترمیم کرنے کی تاریخ: 07 جون 2024۔

اہم ہدایات: ☆اتر پردیش کے تمام محفوظ زمرے کے امیدواروں کو درخواست میں اپنے زمرے کا ذکر کرنا ہوگا ☆ایک سے زیادہ زمرے کا دعویٰ کرنے والے امیدواروں کے لیے صرف ایک ہی رعایت دی جائے گی ☆اتر پردیش کی خواتین امیدواروں کے معاملے میں صرف والد کی طرف سے جاری کردہ ذات کا سرٹیفکیٹ ہی درست ہوگا ☆ایسے امیدوار جو اتر پردیش کے رہائشی نہیں ہیں انہیں ریزرویشن کا فائدہ نہیں دیا جائے گا ☆ جو امیدوار مرکزی یا ریاستی حکومت میں خدمات انجام دے رہے ہیں انہیں این او سی حاصل کرنا ہوگا ☆ صرف ہائی اسکول یا اس کے مساوی امتحان پاس کرنے کے سرٹیفکیٹ میں دی گئی تاریخ پیدائش ہی درست ہوگی ☆ایک سے زیادہ درخواستوں کی صورت میں، صرف آخری جمع کردہ درخواست ہی قبول کی جائے گی ☆ بہترین کھلاڑیوں کے لیے 02% ریزرویشن کی اجازت ہوگی۔

ویب سائٹ: upsssc.gov.in، ہیلپ لائن نمبر: 0522-2720814

بہار انسٹی ٹیوٹ میں اساتذہ کی 62 آسامیوں کا موقع

بہار پبلک سروس کمیشن (BPSC) نے سیکنڈری ٹیچر اور ہائر سیکنڈری ٹیچر کے 62 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی ہے، درخواست کی فیس: 750 روپے ہے SC / ST زمرہ اور معذور امیدواروں کے لیے 200 روپے، ادائیگی آن لائن موڈ کے ذریعے کرنی ہوگی، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 مئی 2024، ویب سائٹ: www.bpsc.bih.nic.in۔

انڈسٹریل ٹرینی کے 239 آسامیوں کے لیے موقع

نیویلی لگنائٹ کارپوریشن انڈیا لمیٹڈ نے انڈسٹریل ٹرینی میں 239 عہدوں کے لئے درخواست طلب کیا ہے، درخواست کی فیس کسی بھی زمرے کے لیے نہیں ہے، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 31 مئی 2024، ویب سائٹ: www.nlcindia.in ای میل آئی ڈی: help.recruitment@nlcindia.in۔

اتر پردیش انسٹی ٹیوٹ میں 4016 آسامیوں کے لیے نوٹیفیکیشن

اتر پردیش ماتحت خدمات سلیکشن کمیشن نے جونیئر انجینئر سول/اسسٹنٹ ڈویلپمنٹ آفیسر کے 4016 عہدوں کے لئے درخواست طلب کی ہے، درخواست کی فیس تمام زمروں کے لیے 25 روپے ہے یہ فیس آن لائن ادائیگی کریں یا ایس بی آئی کے ای چالان کے ذریعے کرنا ہوگا، آن لائن درخواست دینے کی آخری تاریخ: 07 جون 2024، ویب سائٹ: upsssc.gov.in۔

JAMIA MILLIA ISLAMIA जामिया मिल्लिया इस्लामिया

(A Central University by an Act of Parliament)
NAAC Accredited Grade 'A++'
Maulana Mohammad Ali Jauhar Marg, New Delhi-110025

Office of the Controller of Examinations دفتر کنٹرولر امتحانات

Tel.: +91-11-26981717 Extn.: DR: 1410, AR: 1450, PA to CoE: 1401
Direct-Controller: +91-11-26329167: ACE: 26329165; DR: 26840961; AR: 26847078

NOTIFICATION (Revised)

Residential Coaching Academy
Centre for Coaching and Career Planning
Jamia Millia Islamia, New Delhi – 110025

Invites applications for
FREE COACHING (WITH HOSTEL FACILITY)
For
CIVIL SERVICES (Preliminary-cum-Main) -2025 for Minorities, SCs, STs and Women

Schedule for Civil Services (Preliminary-cum-Main) – 2025 Coaching Programme

Particular	Proposed Schedule
Online application live on	18th March 2024 (Monday)
Last date for submission of the Application Form	19th June 2024 (Wednesday)
Reopening of Portal for editing the submitted Application Form	21st & 22nd June 2024
Test Date (and Papers) Paper-I: General Studies (Objective Type only) Paper -II: Essay	29th June 2024 (Saturday) 10.00 am to 12:00 pm 12:00 pm to 1:00 pm
Result of written test (Tentative)	20th July 2024 (Saturday)
Interview (Online only) (Tentative)	29th July – 12th August 2024
Final Result (Tentative)	14th August 2024 (Wednesday)
Last date for completion of admission	19th August 2024 (Monday)
Registration for waiting list candidates	22nd August 2024 (Thursday)
Admission for waiting list candidates	28th August 2024 (Tuesday)
Classes (Orientation)	30th August 2024 (Friday)

1. The Entrance test will be held in ten cities. Accordingly, Test centres will be located in Delhi, Srinagar, Jammu, Hyderabad, Guwahati, Mumbai, Patna, Lucknow, Bengaluru, and Malappuram (Kerala).
2. The Written test would comprise of General Studies (objective type only) on UPSC's model. It would be in English/Hindi/Urdu, and Essay writing will also have the option of English/Hindi/Urdu. The test is to assess the candidate's knowledge of general awareness, critical thinking, logical thinking, reasoning and comprehension, and written communication. The total duration of the examination would be three hours, comprising two hours for General Studies and One hour for Essay Writing.

Contd.p/2

Controller of Examinations

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مفتی محمد سہراب ندوی

مولانا احمد حسین صاحب مدنی کی والدہ کے انتقال پر حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے گہرے صدمے کا اظہار کیا

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ نے امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین صاحب مدنی کی والدہ کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا ہے، انہوں نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ حیات وموت کا ایسا قدرتی نظام ہے جس سے کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا، جب موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر چاہے کتنی ہی قیمتی شخصیت کیوں نہ ہوں، کوئی انہیں موت سے بچا نہیں سکتا؛ لیکن بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں، جو اپنے پیچھے نقوش تاباں اور بے شمار یادیں چھوڑ جاتی ہیں، ان ہی میں سے ہر ایک کے والدین ہیں جن کی وفات پر ان کی خلاء پوری زندگی محسوس کی جاتی ہے، حضرت نے مزید فرمایا کہ مولانا کی والدہ کے انتقال پر امارت شرعیہ کی پوری ٹیم کو بے حد غم ہے، اور مجھے بھی ان کی جدائیگی کا بڑا احساس ہے، آپ کی والدہ ایک نیک سیرت، خلیق وملنسار تھیں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اعلی علیین میں جگہ عطا کرے اور ورا ثین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

مولانا احمد حسین قاسمی کی والدہ نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک

جنازہ میں وفد امارت شرعیہ کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء کی شرکت

امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی صاحب کی والدہ مورخہ 11 ؍مئی کو اللہ کو پیاری ہو گئیں، ان کی جنازہ کی نماز 12 مئی کو بعد نماز ظہر مولانا کے آبائی گاؤں بردی پور میں ادا کی گئی اور بردی پور قبرستان میں ہی تدفین عمل میں آئی، جنازہ میں عوام وخواص اور مقامی علماء کرام کے علاوہ امارت شرعیہ کے ایک وفد نے بھی شرکت کی، مولانا مدنی کی والدہ کی وفات کی اطلاع جیسے ہی امارت شرعیہ پہونچی امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ نے اس سانحہ پر اپنے گہرے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ مرکزی دفتر امارت شرعیہ سے علماء کرام کا ایک وفد بردی پور پہونچ کر تعزیت مسنونہ پیش کرے اور جنازہ کی نماز وتدفین کے عمل میں شریک ہو، چنانچہ مورخہ 12 ؍مئی کو قائم مقام ناظم امارت شرعیہ کے مشورہ سے امارت شرعیہ کا ایک وفد نائب ناظم امارت شرعیہ جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی کی قیادت میں 1 بجے دن بردی پور دربھنگہ پہونچا، وفد میں مفتی صاحب کے علاوہ معاون ناظم جناب مولانا قمر انیس قاسمی، مفتی شاہنواز عالم مظاہری، مولانا عبدالقدوس مظاہری اور جناب محفوظ عالم شریک تھے نیز دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ کے قاضی شریعت مولانا ارشد علی قاسمی صاحب کی بھی جنازہ میں شرکت ہوئی، قائد وفد مفتی محمد سہراب ندوی صاحب نے سب سے پہلے وفد کے ساتھ مولانا احمد حسین قاسمی صاحب کے گھر پہونچ کر ذمہ داران امارت شرعیہ کی طرف سے اہل خانہ کی تعزیت کی، اس کے بعد جنازہ کی نماز سے قبل امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی و دیگر ذمہ داران وکارکنان اور حضرات مبلغین کی طرف سے تعزیتی کلمات پیش کئے، انہوں نے اس موقع پر مختصر خطاب بھی فرمایا، انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ موت وحیات سب کچھ اللہ کی مرضی کے تابع ہے اور رب کے فیصلہ سے راضی ہونا ہی ایمان کی پہچان ہے اور یہی چیز مشکل گھڑی میں انسان کو صبر کی قوت عطا کرتی ہے اس لئے اس موقع پر بھی اسی سوچ کے ساتھ صبر سے کام لینا ہی ایمانی تقاضہ ہے، انہوں نے مزید کہا کہ جو حضرات بھی مرحومہ سے تعلق رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ جنازہ کے بعد بھی اپنی دعاؤں اور نیک اعمال کرتے وقت انہیں یاد رکھیں، اخیر میں مفتی صاحب نے حدیث پاک کے حوالہ سے کہا کہ ہمیں اللہ کے نبی نے اس بات کی تلقین کی ہے کہ جانے والے ہر انسان کو اچھے کلمات سے یاد کیا جائے، خبردار کبھی انہیں نا مناسب کلمات سے یاد نہ کیا جائے، مولانا احمد حسین صاحب کے بہنوئی قاری محمد علی قادری صاحب نے بھی مرحومہ کی زندگی کے قابل قدر خوبیوں کا تذکرہ کیا، مرحومہ بلاشبہ صوم وصلاۃ کی پابند نیک خاتون تھیں، اللہ تعالی نے انہیں جودوسخا اور اولاد کی بہتر تربیت کا سلیقہ عطا فرمایا تھا، دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت نعیم میں بلند مقام سے نوازے، جنازہ کی نماز مرحومہ کے صاحبزادے جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ نے پڑھائی۔

مولانا کاکا سعید عمری فکری اعتدال کے علم بردار تھے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مولانا کاکا سعید عمری طویل علالت کے بعد 11 ؍مئی کی سہ پہر ڈھائی بجے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے وہ جامعہ دارالسلام عمر آباد کے ذمہ دار، روح رواں، معروف عالم دین، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور کئی اداروں اور تنظیموں کے سرپرست تھے، جامعہ دارالسلام عمر آباد کے بانی کاکا عمر نے مسلکی تشدد کے خلاف جو اعتدال وتوازن کی راہ ہموار کی تھی، اس کو پروان چڑھانے میں آپ نے پوری زندگی وقف کردی ان کے ادارہ کے ترجمان کا نام بھی راہ اعتدال ہے، وہ انتہائی متواضع، منکسر المزاج تھے، اور صائب الرائے تھے، اسلامک فقہ اکیڈمی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سمیناروں اور اجلاس میں ان سے ملاقات ہوجایا کرتی تھی، وہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کے مداح امارت شرعیہ اور اس کی خدمات کے قدرداں تھے، دونوں میں فکری آہنگی اس قدر تھی کہ انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی کا سمینار بھی اپنے یہاں کرایا تھا، اس موقع سے شرکاء ان کی انتظامی صلاحیتوں کا بھی اعتراف کیا تھا، ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن، نامور عالم دین وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم، امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کے نائب ناظم ہفت روزہ نقیب کے مدیر، اردو میڈیا فورم کے صدر اور کاروان ادب کے نائب صدر مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے اپنے اخباری تعزیتی بیان میں کیا ہے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ مولانا کاکا سعید عمری کا انتقال بڑا ملی علمی خسارہ ہے، اس دور میں جب لوگ فکری انحطاط کے شکار ہیں مولانا کا فکری اعتدال، وسطیت کی راہ اور اس کو فروغ دینے کے لیے ان کی جدوجہد کو زمانہ یاد رکھے گا، مفتی صاحب نے مولانا مرحوم کے لیے دعاء مغفرت، جامعہ دارالسلام عمر آباد اور آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے لیے نعم البدل اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائی۔

حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحبؒ کا انتقال ملت اسلامیہ کیلئے ایک عظیم حادثہ: آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے قدیم رکن اور طویل عرصہ سے بورڈ کے سینئر نائب صدر حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری رحمہ اللہ کی وفات پر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے حضرت مولانا کاکا سعید احمد عمری صاحبؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک مثالی شخصیت کے مالک تھے، علم وعمل کا حسین امتزاج تھے، انھوں نے تعلیم کے میدان میں بڑی محنت کی، ان کے زیر اہتمام جامعہ دارالسلام عمر آباد کو بڑی ترقی حاصل ہوئی، اس جامعہ کا بنیادی مقصد دینی اور عصری تعلیم کا امتزاج اور مسلک ومشرب کی سطح سے اوپر اٹھ کر دین اور علم دین کی خدمت کرنا ہے، انھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو اسی راہ پر قائم رکھا اور اس سلسلے میں انتہا پسند نقطہ ؟ نظر رکھنے والے حضرات کی کوئی پرواہ نہیں کی، ان کی زندگی کا ایک اہم پہلو برادران وطن میں دعوت اسلام کا کام تھا، انھوں نے جامعہ دارالسلام کے بعض نومسلم فضلاء کے ذریعہ تبلیغ اسلام کے کام کو ایک تحریک بنادیا اور اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ تشہیر اور کریڈٹ حاصل کرنے سے گریز کیا، ملک بھر میں ان کی اس داعیانہ کوشش کا فیض پہنچا، وہ اتحاد ملت کے بہت مضبوط اور طاقت ور داعی تھے، وہ اپنی نجی مجلس اور عوامی محفل دونوں میں اتحاد ملت کے نقیب تھے، وہ اس وقت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سنیئر نائب صدر تھے اور بورڈ کی تمام تحریکوں میں پوری دلچسپی کے ساتھ شریک رہتے تھے، ان کی وفات یقیناً ملت اسلامیہ کے لئے بڑا حادثہ ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات سے نوازے۔آمین

اسی طرح بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب نے حضرت مولانا عمری صاحبؒ کے انتقال پر رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا عمری صاحبؒ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اللہ نے ان سے بڑا کام لیا وہ اتحاد ملت کے بڑے علمبردار تھے، بورڈ کی نشستوں میں دلچسپی کے ساتھ حاضر ہوتے اور اپنی رائے پیش کرنے میں پیش پیش رہتے، طویل عرصہ سے بورڈ کینائب صدر تھے، خاموشی کے ساتھ کام کرنے کے عادی تھے، ملت کی اٹھان اور ترقی کیلئے ہر ممکن بے لوث کوشش کرتے رہے، ان کا خلا دیر تک محسوس کیا جائیگا، اللہ رب العزت انکی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے نیز اس ملت کو ان کا بدل عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین

بقیہ : کتابوں کی دنیا......

سلسلہ سہروردیہ، سلسلہ سہروردیہ مسلسل، سلسلہ شطاریہ، دیگر خانوادوں کے شطاری بزرگ، سلسلہ قلندریہ، سلسلہ ابوالعلائیہ منعمیہ، سلسلہ مداریہ وارثی، سلسلہ شہداء، مجذوبین، سالکین کا تعارف اس سلسلے کے اکابر ومشائخ پر تفصیلی مطالعہ شاداں فارقی نے پیش کیا ہے

اس کے بعد حواشی میں جن ماخذ ومراجع سے استفادہ کیا ہے اس کی تفصیل درج ہے، ایک قطعہ تاریخ بھی مولانا محمد عاصم قادری کا ہے، ماخذ ومراجع پر جا کر یہ کتاب ختم ہوتی ہے۔ ماخذ ومراجع میں پانچ مخطوطات، بیالیس مطبوعات اور چھ رسائل سے استفادہ کرنے کا پتہ چلتا ہے، ان کتابوں کا مطالعہ ان سے مواد اخذ کرنا اور پھر قاری کے سامنے جس طرح شاداں فاروقی نے پیش کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں قوت اخذ بھی دی تھی اور طاقت عطا بھی۔

کتاب کی طباعت پاکیزہ آفسیٹ پریس شاہ گنج درگاہ روڈ پٹنہ سے ہوئی ہے، جس کا نام بھی پاکیزہ اور کام بھی پاکیزہ ہے، پاکیزگی تو اس کتاب کے ہر ہر صفحے، الفاظ اور جملوں میں ہے، مطلب یہ ہے کہ کتاب اچھی چھپی ہے، پروف کی غلطیوں سے پاک اور دیدہ زیب، سرورق سادگی کا مرقع، دیکھیے اور سبحان اللہ، الحمد للہ، ماشاء اللہ اور جزاک اللہ کہتے جایئے، ملنے کا پتہ کہیں درج نہیں ہے، البتہ ناشر دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف ہے، وہیں سے مل سکتی ہے، قیمت چار سو روپے ادا کیجئے اور اپنے علمی ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کیجئے، خریداروں کو قیمت میں رعایت دینے کی روایت قدیم اور مستحکم ہے، ممکن ہے کم قیمت ادا کرنے پر بھی مل جائے۔

انسانی کام میں کمی رہ ہی جاتی ہے، اس کتاب میں جو کمی قاری کو کھٹکتی ہے وہ بہت سارے بڑوں کے تذکرے میں تاریخ وفات کا مذکور نہیں ہونا ہے، اسی طرح بعض نام اور احوال کے اندراج میں بھی چوک ہوئی ہے، چوں کہ یہ موضوع طویل ہے اور اس کے لیے الگ سے ''غلطی ہائے مضامین'' یا ''استدراک'' کے عنوان سے تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے، نہ نقیب کا صفحہ اس کا متحمل ہے اور نہ ہی تبصرے میں اس کی گنجائش معلوم ہوتی، اس کا فوری حل تو یہ ہے کہ جن حضرات کی تاریخ وفات سے آپ واقف ہیں، ان کو اپنے مطالعہ والے نسخے پر درج کرلیں جیسے حضرت شاہ عماد الدین باطن کی تاریخ وفات کنز التواریخ میں سعید حسرت عظیم آبادی نے ۱۲۷۳ درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''ستون دین بر افتادہ'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے، اسی طرح حاجی پور کے دودھیلا پیر کا نام اتہاس حاجی پور میں تام تڑک پیر لکھا ہے، یہ حاجی پور کے سید وارہ مینا پور میں نظر ائن کی مسجد کے پورب دس قدم پر سات فٹ اونچے چبوترے پر چہار دیواری کے اندر ہے، ان کے مزار کو دودھ سے دھویا جاتا تھا دودھ ایک حوض میں جمع ہوتا تھا جو قبر کے پچھم میں آج بھی موجود ہے، معتقدین اسے عقیدت سے لیتے تھے، اسی نسبت سے انہیں دھودھیلا پیر کہا جاتا ہے، تفصیل کے لیے تذکرہ مسلم مشاہیر ویشالی کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس جیسی مثالیں اور بھی ہیں، لیکن اس جیسی فروگذاشت سے اس کتاب کی اہمیت اور قدر وقیمت کم نہیں ہوتی، بلکہ تحقیق کو آگے بڑھانے کے دروازے کھولتی ہے۔

Scanned with CamScanner

گذشتہ سے پیوستہ

انڈیا اتحاد کے لیڈران، پارٹیاں اور اس کے امیدوار......

مظاہر حسین عماد قاسمی

سترھویں لوک سبھا دو ہزار انیس: 35۔پی کے کنہالی کٹی ملپورم سے منتخب ہوئے اور دو ہزار اکیس میں منعقد ریاست کیرل کے اسمبلی انتخاب سے قبل ریاست پر زیادہ توجہ دینے کی غرض سے لوک سبھا کی رکنیت سے انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور اس کے بعد ہوئے ضمنی انتخاب میں ایم پی عبدالصمد صمدانی ملپورم سے منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چوبیس میں عبدالصمد صمدانی صاحب پونانی سے امیدوار ہیں، 36۔ای ٹی محمد بشیر پونانی سے تیسری بار منتخب ہوئے تھے اور دو ہزار چوبیس میں ای ٹی محمد بشیر صاحب ملپورم سے امیدوار ہیں 37۔کنی نواز (Kani Nawas) رامناتھ پورم تمل ناڈو سے منتخب ہوئے تھے، اور دو ہزار چوبیس میں بھی رامناتھ پورم سے کنی نواز ہی امیدوار ہیں۔

راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان: مدراس/تمل ناڈو سے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان راجیہ سبھا، انیس سو سڑسٹھ میں ریاست مدراس کا نام بدل کر تمل ناڈو کر دیا گیا تھا، 1-ایم محمد اسماعیل (58-1952) بطور آزاد امیدوار مدراس اسمبلی سے منتخب ہوئے تھے، 2۔اے کے اے عبدالصمد (76-1964) دو ٹرم، 3۔ایس اے خواجہ محی الدین (80-1968) کل بارہ سال، دو ٹرم، 4۔اے کے رفیع (78-1972) چھ سال ایک ٹرم۔

کیرل سے منتخب ہونے والے مسلم لیگی ارکان راجیہ سبھا: 1۔ابراہیم سلیمان سیٹھ (66-1960)، 2-عبداللہ کویا (73-1967، 98-1974) پانچ ٹرم، یعنی کل تیس سال تک عبداللہ کویا صاحب رکن راجیہ سبھا رہے، رکن راجیہ سبھا کے ایک ٹرم کی مدت چھ سال ہوتی ہے، 3۔حامد علی شمناد (79-1970) کل نو سال، یعنی ڈیڑھ ٹرم، 4-عبدالصمد صمدانی (2006-1994) دو ٹرم یعنی کل بارہ سال، 5-کورمبیل احمد (03-1998) ایک ٹرم سے کچھ کم، 6-پی وی عبدالوہاب (10-2004، 21-2015) کل دو ٹرم۔

انڈین یونین مسلم لیگ کے بانی ایم محمد اسماعیل صاحب کا مختصر تعارف: ایم محمد اسماعیل صاحب (5 جون 1896-5 اپریل 1972) جنوبی ہندوستان کی ریاست تامل ناڈو سے تعلق رکھنے والے ایک ہندوستانی سیاست داں اور سماجی کارکن تھے، وہ برٹش انڈیا کی تقسیم کے بعد انڈین یونین مسلم لیگ پارٹی کے بانی تھے، وہ تامل ناڈو اور کیرالہ میں "قائد ملت" ("قوم کے رہنما") کے نام سے مشہور تھے، محمد اسماعیل صاحب انیس سو چھیالیس سے انیس سو باون (52-1946) تک مدراس قانون ساز اسمبلی کے رکن اور اپوزیشن لیڈر تھے، وہ انیس سو اڑتالیس سے انیس سو پچاس (50-1948) تک دستور ساز اسمبلی کے رکن بھی تھے، جو ہندوستان کے آئین کا مسودہ تیار کرنے والی تنظیم تھی، دستور ساز اسمبلی میں ان کی اور مسلم لیگ کے ہی کیرلا سے تعلق رکھنے والے بی پوکر صاحب کی متحرک موجودگی نے تمل ناڈو اور کیرل کے مسلمانوں کو بہت سارے حقوق دلوائے، انیس سو چھیالیس کی اسمبلی انتخابات میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں نے مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیاب کیا اور شمالی ہند کے ننانوے فیصد مسلم لیگی رہنماؤں نے ہندوستانی مسلمانوں کو بے یارومددگار چھوڑ کر پاکستان جانا پسند کیا، اگر یہ رہنما ہندوستان میں ہی رہتے تو وہ دستور ساز اسمبلی میں اپنی شرکت سے دستور کو مسلمانوں کے حق میں مزید مفید بنا سکتے تھے، محمد اسماعیل صاحب اور تمل ناڈو اور کیرل کے تمام مسلم لیگی رہنماؤں نے ہندوستان میں ہی رہنا پسند کیا اور پرانی مسلم لیگ سے بالکلیہ تعلق توڑ کر دس مارچ انیس سو اڑتالیس کو انڈین یونین مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی، محمد اسماعیل صاحب مدراس اسمبلی سے انیس سو باون میں ممبر راجیہ سبھا منتخب ہوئے اور اپنی چھ سالہ میعاد مکمل کی، وہ انیس سو باون تا انیس اٹھاون (58-1952) راجیہ سبھا (ایوان بالا کے) رکن تھے، یکم نومبر انیس سو چھپن کو ریاست کیرالا کی تشکیل تک موجودہ کیرل کا نصف شمالی حصہ (جسے ملبار بھی کہا جاتا ہے) مدراس ریاست میں تھا، مسلم لیگ کا زیادہ اثر ملبار میں ہی تھا اور اب بھی ہے، یہاں کے ایک ضلع ملپورم میں سوا ستر فیصد مسلمان ہیں، محمد اسماعیل صاحب مرحوم انیس سو باسٹھ سے پانچ اپریل انیس سو بہتر کو اپنی وفات تک کیرلا سے لوک سبھا کے ممبر تھے، وہ انیس سو باسٹھ، سڑسٹھ اور اکہتر میں ملپورم ضلع کے منجیری حلقے سے انڈین یونین مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہوئے، پانچ اپریل انیس سو بہتر کو چھہتر سال کی عمر میں انتقال کر گئے، شرعی داڑھی رکھتے تھے اور علماء کا لباس پہنتے تھے، جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ ان کے سیاسی شاگردوں میں سے تھے، کیرل اور تمل ناڈو میں مسلم لیگ کو زندہ رکھنے میں ان دونوں رہنماؤں کی بہت ساری قربانیاں ہیں۔

محبوب ملت جناب ابراھیم سلیمان سیٹھ مرحوم (تین نومبر 1922-27/اپریل 2005): پانچ اپریل انیس سو بہتر کو محمد اسماعیل صاحب کی وفات کے بعد قومی سطح پر مسلم لیگ کی نمائندگی جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ مرحوم (تین نومبر 1922-27/اپریل 2005) نے ہی کی، وہ انیس سو تہتر سے انیس سو چورانوے تک انڈین یونین مسلم لیگ کے آل انڈیا صدر بھی تھے وہ اسماعیل صاحب اور بافقی تھنگل صاحب کے بعد مسلم لیگ کے آل انڈیا تیسرے صدر تھے، وہ انیس سو ساٹھ سے چھیاسٹھ تک کیرلا سے مسلم لیگ کے رکن راجیہ سبھا تھے، کیرلا سے منتخب ہونے والے وہ پہلے مسلم لیگی رکن راجیہ سبھا تھے، انیس سو سڑسٹھ سے انیس سو چھیانوے تک وہ کیرل سے رکن لوک سبھا تھے، وہ سڑسٹھ اور اکہتر میں کالی کٹ سے، ستتر، اسی، چوراسی اور نواسی میں کالی کٹ سے اور اکیانوے میں پونانی سے منتخب ہوئے تھے، ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب مرحوم مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بھی سرگرم ممبر تھے، ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب مرحوم بڑے خوبرو، خوش پوشاک اور خوش بیان وخوش الحان تھے، ان کی تقریریں بڑی پراثر اور روحانی ہوتی تھیں، ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا، انہیں دیکھ کر مجھے اپنے نانا جان مجاہد آزادی اور اول ممبر اسمبلی پوپری حلقہ ضلع سیتامڑھی بہار جناب ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم (1981-1900) کی یاد آجاتی تھی۔

11-2-**ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی**: (ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی) Revolutionary Socialist Party (RSP) ہندوستان کی ایک کمیونسٹ پارٹی ہے، اس پارٹی کی بنیاد 19/مارچ 1940 کو مغربی بنگال کے تردیب چودھری نے رکھی تھی، اس کا اثر بنگال، تری پورہ اور کیرلا میں ہے، یہ چند سیٹوں والی ایک چھوٹی پارٹی ہے۔

ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کی سیاسی طاقت: کیرالہ میں ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی (آر ایس پی) یونائیٹیڈ ڈیموکریٹک فرنٹ (یو ڈی ایف) کا حصہ ہے اور این کے پریما چندرن لوک سبھا میں کولم لوک سبھا سے ایم پی ہیں، ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کی ایک شاخ آر ایس پی (ایل) کیرالہ میں لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ (ایل ڈی ایف) کا حصہ ہے، اور اس کے لیڈر کوور کنجومن کیرالہ اسمبلی میں کنتھور سے ممبر اسمبلی ہیں، آر ایس پی مغربی بنگال اور تریپورہ میں بائیں محاذ کا حصہ ہے، فی الحال اس پارٹی کا پورے ہندوستان میں ایک بھی ممبر اسمبلی نہیں ہے، کیرالہ میں دو ہزار گیارہ تا سولہ اس کے دو ممبران اسمبلی تھے، دو ہزار سولہ اور دو ہزار اکیس میں اس کا کوئی امیدوار کامیاب نہیں ہوا، کیرل میں اس کے چار پانچ امیدوار ہی کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

دو ہزار چوبیس میں ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے امیدوار: دو ہزار چوبیس کے الیکشن میں کیرلا کے کولم سے ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے بنگال سے تین امیدوار ہیں اور اس کے سیٹینگ ایم پی این کے پریما چندرن (پیدائش: 25/مئی 1960) کیرلا کے کولم لوک سبھا سے امیدوار ہیں، وہ اس حلقے سے انیس سو چھیانوے، انیس سو اٹھانوے، دو ہزار چودہ، اور دو ہزار انیس میں ریولیشنری سوشلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کامیاب ہو چکے ہیں، این کے پریما چندرن دو ہزار چھ کے اسمبلی انتخابات میں کک کولم کے چاورہ اسمبلی حلقے سے کامیاب ہوئے تھے، اور اٹھائیس مئی دو ہزار چھ سے سولہ مئی دو ہزار گیارہ تک کیرلا کے وزیر آبی وسائل تھے۔

این کے پریما چندرن کی سیاسی تاریخ: این کے پریما چندرن اس وقت آر ایس پی (انڈیا) کے مرکزی سیکرٹریٹ ممبر ہیں، انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کا آغاز آر ایس پی کی طلبہ تنظیم کے ذریعے کیا تھا، اپنے سیاسی کیریئر کے دوران وہ ریاستی اور قومی سطح پر مختلف عہدوں پر فائز رہے، وہ 1987 اور 1995 کے درمیان ناویکولم گرام پنچایت کے رکن کے طور پر منتخب ہوئے تھے، وہ 1995 میں ضلع پنچایت کے رکن کے طور پر منتخب ہوئے تھے، وہ پہلی بار 1996 میں اور اس کے بعد 1998 اور 2014 میں کولم حلقہ سے لوک سبھا کے لیے منتخب ہوئے تھے، وہ 2000 میں راجیہ سبھا کے لیے منتخب ہوئے تھے، وہ ایک اچھے مقرر وخطیب ہیں، 2019 کے لوک سبھا عام انتخابات میں، انہوں نے کولم لوک سبھا حلقہ سے 1.5 لاکھ ووٹوں کے ریکارڈ مارجن سے کامیابی حاصل کی تھی۔

12-3-**کیرالہ کانگریس**: کیرالہ کانگریس کیرالہ کی ایک سیاسی جماعت ہے جس کی بنیاد اکتوبر 1964 میں کوٹائم، کیرالہ میں کے ایم جارج کی قیادت میں انڈین نیشنل کانگریس کے سابق رہنماؤں کے ایک بلاک نے رکھی تھی، پارٹی بنیادی طور عیسائی اکثریت والے وسطی کیرالہ کے اسمبلی حلقوں میں سرگرم ہے۔

کیرل کانگریس کی سیاسی طاقت: کیرل کانگریس کو انیس سو پینسٹھ میں کیرالہ اسمبلی میں تیئیس نشستیں ملی تھی اور یہی اس کی معراج تھی اس کے بعد وہ تقسیم در تقسیم اور انضمام در انضمام کے کئی مراحل سے گذری، کئی انتخابات میں اسے ایک سیٹ بھی نہیں ملی۔

کیرالہ کانگریس کے لوک سبھا امیدوار: دو ہزار چوبیس کے لوک سبھا انتخابات میں کیرل کانگریس کے ایک ہی امیدوار فرانسس جارج ہیں، وہ کوٹایم سے امیدوار ہیں وہ کیرالہ کانگریس مانی کے ٹکٹ پر انیس سو ننانوے اور دو ہزار چار میں اڈکی لوک سبھا حلقے سے بھی کامیاب ہوئے تھے، وہ کیرالہ کانگریس کے بانی کے ایم جارج کے بیٹے ہیں۔

کیرالہ کانگریس کی تقسیم اور انضمام: ''کیرالہ کانگریس'' 1964 میں انڈین نیشنل کانگریس سے الگ ہونے والے ایک دھڑے کے طور پر تشکیل دی گئی تھی اس کی قیادت کے ایم جارج اور آر بالکرشنا پلئی کر رہے تھے، اس پارٹی نے 1965 کے کیرالہ اسمبلی انتخابات میں 26 سیٹیں جیتیں، جارج اور پلئی کو نیشنل ایمرجنسی کے دوران گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا تھا، کیرالہ کانگریس نے 1975 میں سی. اچھوتا مینن کی زیر قیادت کیرالہ کی وزارت میں شمولیت اختیار کی، آر بالکرشن پلئی اور کے ایم مانی وزیر بنائے گئے تھے، کیرالہ کانگریس (B)، جس کی قیادت آر بالکرشنا پلئی کے پاس تھی انیس سو ستہتر میں اس کا اتحاد بائیں بازو کے ساتھ ہو گیا تھا، کیرلا کانگریس کے کے ایم مانی نے کانگریس اتحاد کے ساتھ، کے کرونا کرن اور اے کے انٹونی کی قیادت والی وزارتوں میں وزیر داخلہ کے طور پر خدمات انجام دیں، درمیان میں پی جے جوزف نے ان کی جگہ لی، کیرالہ کانگریس (مانی) کی تشکیل 1979 میں کیرالہ کانگریس سے نکل کر ہوئی۔ (بقیہ: صفحہ ۱۳ ر پر)

Scanned with CamScanner

ہندوستانی الیکشن اور ہماری ذمہ داریاں: آج اور کل

حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری، زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

ملک میں اس وقت عام انتخابات ۲۰۲۴ء کا سلسلہ جاری ہے، ملک کے کچھ حصوں میں انتخابی مرحلہ سرانجام پا چکا ہے اور کچھ حصوں میں ابھی انتخابی عمل ہونے باقی ہیں، اس وقت ہماری سب سے اہم ذمہ داری، جو ایک فریضہ کی حیثیت سے ہم پر عائد ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس ملک کی سالمیت اور یہاں کے باشندوں کے حقوق کی پاس داری کے لئے اپنے ووٹ کا ہم صحیح استعمال کریں، اسی پر ہمارے مستقبل کا اس ملک میں دارومدار ہے، سیاسی جماعتیں ہمارے آنے والے دنوں کا فیصلہ نہیں کرتی ہیں؛ بلکہ ہر آنے والے دن کے مسائل کا حل ہمیں خود تلاش کرنا ہے، ہم اپنے حقوق کی پاس داری کے لئے جس قدر بیدار مغز رہیں گے، ہمارا کل اس ملک میں اسی قدر خوش گوار ثابت ہوگا، ہماری ذرا سی غفلت ہمارے آنے والے وقت اور ہماری نسل نو کیلئے مختلف قسم کی پریشانیوں کی وجہ بن سکتی ہے؛ اس لئے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ہمیں اپنے قیمتی ووٹ کو صحیح طور پر استعمال کی ضرورت ہے، جہاں اس ملک کے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی ہندوستانی عوام، اپنے حقوق اور مذہبی آزادی کے پیش نظر سیاسی لائحۂ عمل تیار کرنے میں لگی ہوئی ہے، بحیثیت ہندوستانی مسلمان ہمارا بھی یہ فرض ہے کہ سیاسی منصوبہ بندی میں وقت کی ضرورتوں کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش کریں، ہمیں لائحۂ عمل تیار کرنے کے لئے کسی نمونے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لئے حق تعالیٰ کی جانب سے حضرت رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونۂ حیات موجود ہے، جو صرف ہمارے لئے ہی نہیں؛ بلکہ ہر اس قوم کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے، جو طبیعتاً انصاف پسند واقع ہوئی ہے، اس عظیم نعمت کے باوجود اگر ہم اس جمہوری ملک میں اپنے حقوق کے تحفظ اور اس کی بازیافت میں ناکام ہیں؛ تو پھر کہیں نہ کہیں ہم بے شعوری طور پر اپنی اجتماعی زندگی میں آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونۂ حیات سے دور ہو رہے ہیں، جبھی تو ہمیں اس ملک میں تنگ دامنی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، مسلمان اس ملک کی کتاب کے حاشیے سے بھی باہر کئے جا رہے ہیں، اس مصیبت کی دوسری اور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کہ جس ملک کی آزادی میں مسلمانوں نے وطن کی فکر رکھنے والے برادران وطن کے ساتھ جان کی بازی لگائی، آج اسی ملک میں مسلمانوں کو قسطوں میں مٹائے جانے کی پرزور کوششیں کی جا رہی ہیں، اس کی واحد وجہ اجتماعی زندگی میں ہماری بے اعتنائی اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہی ہے؛ کیوں کہ جو مسلمان اجتماعی زندگی کے مسائل میں دل چسپی نہ لے، اس کی زندگی یقیناً شعار اسلامی کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے لئے حالات ناشائستہ ہیں، ہماری حالت کی بہتری اس امر میں مضمر ہے کہ ہم میں ہر فرد، خواہ سربراہی شخصیت کا حامل ہو یا عامی مسلمان ہو وہ اپنی بہتری کے لئے اجتماعی طور پر جو فرائض ہم پر عائد ہیں ان کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہ کرے؛ کیوں کہ اس جمہوری ملک میں بھی رہنے کیلئے اسلام نے ہمیں ضابطۂ حیات عطا کیا ہے، ان کی پاسداری کا اولین ذریعہ یہ ہے کہ ہم سیاسی طور پر ایسے لوگوں کے لئے اپنے ووٹ کا استعمال کریں جو بلاخوف ہندوستانی عوام کے حقوق اور عوامی انصاف کے عملی طور پر قائل ہوں، یہ بات ذہن نشیں رکھنی چاہئے کہ سیاسی جماعتوں کا وجود عوام سے قائم ہے، ان کی اقتداری حیثیت ہمارے انتخاب پر منحصر ہے اس لئے ہمیں اولاً ان کی کارکردگی پر نظر رکھنی چاہئے، جو پارٹیاں عوامی ضرورتوں اور ان کی سہولتوں کا خیال نہ رکھتی ہوں؛ بلکہ عوامی استحصال کی عادی ہوں، ایسی پارٹیوں کی حمایت کرنا بھی ایک قسم کی غلامی ہے، آزادی کے بعد سیاسی سطح پر اس قسم کی بے شعوری ہماری آزادی پر سوالیہ نشان لگاتی ہے، بہتر سیاسی متبادل کے لئے کسی دوسرے سے توقع رکھنا بھی ہمارے لئے ایک بیجا اور بالکل بے فائدہ کام ہے، بہتر سیاسی متبادل کی تلاش سے لے کر، بہتر متبادل تراشنے تک کی ذمہ داری ہماری اپنی ہے، اگرچہ یہ امر مسلم ہے کہ ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر انتخابی امیدوار طے نہیں کئے جا سکتے ہیں؛ البتہ قانون ہند مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا مکمل حق دیتا ہے؛ اس لئے قومی تحفظ اور عوامی انصاف کے ساتھ مذہبی آزادی کی حفاظت کے لئے اپنے پسندیدہ امیدواروں کو کامیاب بنانے کا ہمیں حق حاصل ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے بھی یہ ایک مسلم امر ہے؛ کیوں کہ اسلام کی نمائندگی صرف منبر و محراب، دینی و ملی اداروں اور درسگاہوں تک محدود نہیں ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، تمام شعبۂ حیات کے لئے ایک مکمل نمونہ ہے، اس لئے اسلام کی نمائندگی صرف قولی طور پر نہیں کی جاتی؛ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کی نمائندگی اسلام کی عین خدمت ہے، ہمیں اس کا نمونہ ماضی قریب کے علمائے اسلام کی زندگی میں ملتا ہے، کہ انہوں نے قیل وقال مدرسہ کے ساتھ عملی طور پر سیاسیات شرعیہ کے باب میں بھی کس قدر گراں مایہ خدمات سرانجام دی ہیں اور اسلام کی نمائندگی ہر شعبۂ حیات میں فرمائی ہیں، جنگ آزادی اس کی مثالوں سے مملو ہے، خود صوبۂ بہار میں خانقاہ مجیبیہ کے اکابرین کے زیر سایہ امارت شرعیہ نے ایک خاموش؛ مگر ناقابل فراموش خدمات اس سلسلہ میں سرانجام دی ہیں، زینت سجادہ مجیبی حضرت امیر شریعت ثانی مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ کی شخصیت اس کی ایک عمدہ مثال ہے، جن کی سرپرستی میں امارت شرعیہ نے دینی شخصیتوں کو دینی رواداری کے ساتھ سیاسی سربراہی کے لئے تیار کیا؛ تاکہ مسلمان اس ملک میں اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جماعت کے رہین منت نہ رہیں، افسوس! کہ بعد کے زمانے میں اس جماعت کو مضبوط افراد نہ مل سکے اور یہ سلسلہ ختم ہو گیا، جس کے نتیجے میں اب تک صوبۂ بہار ایک مضبوط مسلم سیاسی قیادت سے محروم ہے۔

سطور ذیل میں حضرت امیر شریعت ثانی قدس سرہ کے اس فرمان کو نقل کرتا ہوں، جو انہوں نے بحیثیت امیر شریعت، بہار کے ایک الیکشن کے تعلق سے ۲۶/ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ کو تحریر فرمایا تھا، آپ اس فرمان کو مکمل پڑھ جایئے، آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسلام سیاسی قیادت کے لئے کن اخلاقی باتوں کی تعلیم دیتا ہے، مسلم لیڈروں کو کن باتوں کا متحمل ہونا ضروری ہے اور ایک ووٹ ڈالنے والے عامی شخص کو کن باتوں کا خیال رکھنا لازمی ہے، ایک انتخاب سے دوسرے انتخاب میں مسلمانوں کو کن چیزوں کی بنیاد پر ووٹ دینا چاہئے، یہ ضروری باتیں اس مختصر سے فرمان میں آپ کو مل جائیں گی، اس فرمان کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ماضی کی ان شخصیات کے افکار و خیالات کو سامنے رکھ کر ہمیں درپیش مسائل کا حل تلاش کرنا چاہئے اور موجودہ وقت میں انتخابی امور سے متعلق اپنی حکمت عملی تیار کرنی چاہئے؛ تاکہ مفید نتائج ہمارے سامنے آئیں اور آنے والے وقتوں میں ہم بہتر طور پر اس ملک میں زندگی بسر کر سکیں، ملاحظہ کریں سیاسی امور سے متعلق ایک خاموش مجاہد آزادی کے ناصحانہ کلمات:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **المسلم اخو المسلم لایظلمه و لایخذله و لایحقره** (مسلم)

اس لئے ایسے موقع میں کہ صوبۂ بہار و اڑیسہ میں انتخاب کا ہنگامہ پیش آنے والا ہے، اس طوفان میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ عقل و ہوش اور جذبات کو قابو میں رکھے اور اس کا خیال رکھے کہ: (۱) ہر کلمہ گو کی عزت کو اپنی عزت سمجھے (۲) نہ کسی کو گالی دے اور نہ فحش بکے (۳) نہ کسی پر حملہ کرے، نہ کسی کی جان و مال کو نقصان پہنچائے (۴) نہ کسی جماعت اور طبقہ کے متعلق نفرت اور اشتعال انگیز تقریر کرے یا تحریر لکھے (۵) نہ کسی پر جھوٹا الزام لگائے، نہ جھوٹ بولے (۶) اشخاص اور ذاتیات پر ہرگز بحث نہ کرے (۷) بحث اور گفتگو مسلک اور پالیسی پر کرے (۸) ہر قدم پر خدا کے خوف اور آخرت کی بازپرس کا دھیان رکھے (۹) یہ جاننے کے بعد کہ کونسل میں اور اسمبلی میں اب مذہب پر بھی قانون بنائے جاتے ہیں، ہر مسلمان کو یہ سمجھ کر ووٹ دینا چاہئے کہ جس پارٹی کے نمائندہ کو ووٹ دے رہا ہے، اس کی گذشتہ مجالس مقننہ میں مسائل دینیہ کے متعلق کیا روش رہی؟ اگر اپنے ووٹ کا استعمال ایسی پارٹی کے نمائندہ کے لئے کریگا جس سے دین کو نقصان پہنچا ہو، اور دین کی تخریب اور بربادی ہوئی ہو تو وہ نمائندہ تو گنہگار ہو ہی گا، اس کو ووٹ دینے والے بھی عنداللہ ماخوذ ہوں گے (۱۰) ہر امیدوار کے کارندوں کو اپنے کو مواخذۂ خداوند سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذیل کی دو حدیثوں کو ہر وقت پیش نظر رکھیں۔

من خاصم فی باطل و هو یعلم لم یزل فی سخط الله حتی ینزع و من قال فی مومن مالیس فیه أسکنه الله فی ردغة الخبال (ابوداؤد) ترجمہ: جو شخص جان بوجھ کر باطل امر کی نسبت جھگڑا کریگا، وہ ہمیشہ اللہ کی خفگی اور غصہ میں رہے گا؛ یہاں تک کہ وہ جھگڑے سے الگ ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کے متعلق ایسی بات کہے گا، جو اس میں نہیں ہے؛ تو اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے خون اور پیپ میں اس کو جگہ دے گا۔

أیما رجل أشاع علی رجل مسلم بکلمة و هو منها بریء، سبه بها فی الدنیا، کان حقا علی الله أن یذیبه یوم القیامة فی النار، الخ (طبرانی) ترجمہ: جو آدمی کسی مسلمان کے متعلق ایسی بات کی اشاعت کریگا، جس سے وہ بری ہے؛ تو اس نے اس کو دنیا میں بدنام کیا، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں پگھلا دے گا۔ الخ (نقیب امارت شرعیہ؛ ج:۳، شمارہ نمبر:۲۲، ص:۳)

انتخابی مہم کا گرتا معیار

لوک سبھا انتخابات کے 4 مرحلے ہو چکے، اس بار انتخابی مہم جتنی زور شور سے چل رہی ہے، اتنی ہی جارحانہ بھی نظر آ رہی ہے۔ ہر پارٹی کے سینئر اور بڑے لیڈران ایک ایک دن میں 3-4 شہروں میں انتخابی ریلیاں اور جلسے کر رہے ہیں۔ کب کون لیڈر کس کے بارے میں کیا بول دے، کس طرح کے الفاظ استعمال کر دے، کوئی نہیں جانتا۔ نہ کسی کو اپنے عہدہ اور عمر کا خیال ہے اور نہ دوسرے کی عزت و وقار کا لحاظ۔ ایک دوسرے کے لئے ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں، جو عام حالات میں کوئی نہیں کر سکتا، بلکہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ سیاست کا معیار اس قدر گر گیا ہے کہ لوگ شرما رہے ہیں، لیکن سیاسی لیڈروں کو شرم نہیں آ رہی ہے۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے، جب خود دوسروں کی عزت نہیں کریں گے، تو دوسرے سے عزت کی امید کیسے کی جا سکتی ہے؟ ذاتیات پر حملے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اس کے بغیر لیڈران اپنی تقریروں کو ادھوری سمجھ رہے ہیں۔ کبھی کبھی تو لگتا ہے، جیسے لیڈروں نے بدزبانی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کو ہی ووٹروں کو خوش کرنے کا سب سے بڑا حربہ سمجھ لیا ہے۔ ان کی دلچسپی رائے دہندگان کے مسائل حل کرنے اور ان سے وعدے کرنے میں کم اور مخالف لیڈروں پر حملے میں زیادہ ہے۔ اگر انتخابی منشور کو ہٹا دیا جائے تو پوری انتخابی مہم منفی نظر آئے گی۔ عوام کے لئے اس میں کچھ نہیں ملے گا۔ جب لیڈروں کا انتخابات میں یہ حال ہے تو الیکشن جیتنے کے بعد ان سے کیا امید کی جا سکتی ہے؟ لوگوں کے سامنے ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ انتخابی تقریروں کی بنیاد پر ووٹ دیں یا انتخابی منشور کی بنیاد پر، کیونکہ دونوں کے درمیان دور دور تک تال میل یا یکسانیت نظر نہیں آ رہی ہے۔ سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ اخلاق اور معیار سے گری ہوئی اس انتخابی مہم پر الیکشن کمیشن بھی خاموش ہے اور لوگ بھی۔

افسوسناک پہلو یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کی ہدایات کے باوجود انتخابات کے دوران جتنی سیاست مذہب کے نام پر ہو رہی ہے، اس سے کم نفرت کی سیاست نہیں ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کو انتخابی مہم کے دوران بلاوجہ گھسیٹا جا رہا ہے۔ ان کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ نہ تو مسلمان دیگر رائے دہندگان کی طرح کچھ بول رہے ہیں اور نہ وہ کھل کر سامنے آ رہے ہیں، پھر بھی کسی نہ کسی بہانے ان کے خلاف مسلسل نفرت کی سیاست کی جا رہی ہے اور ملک کا ماحول خراب کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں سوچ رہا ہے کہ نفرت کی سیاست کا سماج میں کیا پیغام جا رہا ہے؟ اور سیاست و سماج میں کیسی گندگی پھیل رہی ہے؟ شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہو، جب مسلمانوں کے خلاف نفرت کی سیاست نہ ہوتی ہو۔ کبھی کھل کر اور کبھی پس پردہ نفرت کی سیاست کے نام پر لوگوں کو اکسا کر ووٹ مانگا جا رہا ہے۔ لیڈروں کی تقریریں ایسی ہوتی ہیں، جیسے ان کے پاس یا تو انتخابی ایشوز کا فقدان ہے، یا ان کو عوام کے مسائل میں دلچسپی کم ہے۔ دوسری طرف یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کو انتخابی تقریروں سے مایوسی ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے کم پولنگ ہو رہی ہے۔ لوک سبھا انتخابات کے پہلے اور تیسرے اور چوتھے مرحلوں میں کم پولنگ کا رجحان دیکھنے کو ملا، جس کی وجہ سے کچھ پارٹیوں کے اندازے بگڑ گئے اور ان کی پریشانی بڑھ گئی۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے، یہ تو نہیں بتایا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ سیاسی لیڈروں کی بے نیازی کی وجہ سے لوگوں کا یہ ردعمل ہو۔ جب ان مراحل میں کردارکشی اور نفرت کی سیاست کا یہ حال ہے، تو آگے کیا حال ہوگا؟ جیسے جیسے انتخابی مراحل آگے بڑھ رہے ہیں، لیڈروں کے انداز اور تیور بھی سخت ہو رہے ہیں اور پہلے سے زیادہ جارحانہ انتخابی مہم ہوتی جا رہی ہے۔ انتخابی مہم بھلے ہی جارحانہ ہے، لیکن ووٹنگ بہت خاموشی سے ہو رہی ہے۔

ماضی کے انتخابات میں بھی خواہ اسمبلی کے ہوں یا لوک سبھا کے منفی انتخابی مہم چلائی جاتی رہی ہے، ذاتی حملے ہوتے تھے اور جذباتی ایشوز اٹھائے جاتے تھے، لیکن ان کے ساتھ ساتھ لوگوں کے عام ایشوز پر بھی باتیں ہوتی تھیں اور وعدے کئے جاتے تھے۔ اب تو ایسا لگ رہا ہے کہ ایشوز اور لوگوں کے مسائل کاغذی ہو کر رہ گئے ہیں، جو انتخابی منشور میں بند ہیں، جس کے اجرا کی رسم ادا کر کے سیاسی پارٹیاں خود ہی انتخابات کے دوران منشور کو اہمیت نہیں دے رہی ہیں تو انتخابات کے بعد کیا اہمیت دیں گی؟ اس وقت حالات یہ ہیں کہ انتخاب منشور کی بنیاد پر نہیں کچھ اور نام سے ووٹ مانگا جا رہا ہے، جو تشویشناک بات ہے۔ (ادارتی صفحہ، روزنامہ راشٹریہ سہارا پٹنہ)

Scanned with CamScanner

جریدۂ ”نقیب“ کی تاریخ پر ایک نظر

مولانا طلحہ نعمت ندوی

امارت شرعیہ کے قیام کے بعد اس کے علمی ترجمان کی ضرورت پڑی تو امارت ہی کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار نکالا گیا، اس کے مدیر مولانا سید عثمانی غنی دیوری تھے، اس کا سب سے پہلا پندرہ روزہ شمارہ امارت کے نام سے امارت شرعیہ کے قیام کے ساتھ ہی ہجری سال کے آغاز میں یکم محرم 1343ھ (21-1920) کو منظر عام پر آیا، اور ہر ماہ کی پانچ اور بیس تاریخ کو پابندی سے شائع ہوتا رہا؛ لیکن اس کے بعد امارت کے ایک اداریہ ”**حکومت اور مسلمان نزلہ بر عضو ضعیف ریزد**“۔ 5؍ذیقعدہ 1344ھ مطابق 18؍مئی 1926ء پر انگریزی حکومت نے بغاوت کا مقدمہ چلایا تھا اور حکومت نے یہ شمارہ ضبط کرلیا تھا، اس مقدمے میں عدالت نے امارت کے ایڈیٹر مولانا عثمان غنی کو ایک سال قید محض اور 500 روپے جرمانہ کی سزا سنائی تھی اور ان کو قید کرلیا گیا تھا، اس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی اور آپ کو 11ویں دن جیل سے رہا کردیا گیا، ہائی کورٹ نے سزائے قید ختم کردی؛ لیکن جرم بحال رکھتے ہوئے 500 روپے جرمانہ برقرار رکھا جسے ادا کردیا گیا، مولانا کو سزا دیئے جانے کی خبر مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ”**ہمدرد**“ میں بھی شائع ہوئی تھی، اس کے علاوہ جب اگست 1927ء کو بتیا میں بھیانک فساد ہوا تو اس کے خلاف بھی 20؍صفر 1346ھ مطابق 19؍اگست 1927ء کے ”امارت“ میں مولانا عثمان غنی نے ایک سخت اداریہ قلم بند کیا جس کے پاداش میں انگریزی حکومت نے امارت کے اس شمارہ کو بھی ضبط کرلیا اور مقدمہ چلایا، مولانا عثمان غنی نے ”**امارت**“ کے اس شمارے میں اداریہ کے حاشیے پر اپنی تحریر میں اس مقدمے کی تفصیل اس طرح تحریر کی ہے:

”اس مضمون پر مدیر امارت پر حکومت نے زیر دفعہ 153 (الف) مقدمہ چلایا تھا اور ایک مسلمان مجسٹریٹ نے چیف سکریٹری کے کہنے اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی رشوت کی لالچ میں ایک سال قید اور ڈھائی سو روپے جرمانہ کی سزا دی تھی، اپیل پر ایک انگریز ڈسٹرکٹ جج نے جو کسی مدعا علیہ کو چھوڑنا نہیں جانتا تھا مدیر امارت کو رہا کردیا اور اس مضمون کو مطابق قانون بنایا اور مجسٹریٹ کو جاہل، نا سمجھ قرار دیا۔“

اس طرح ”امارت“ فرنگی حکومت کے ظلم وستم کا برابر شکار ہوتا رہا، انگریزی حکومت نے 1352ھ میں بھی امارت کے ایک اداریہ پر مدیر امارت سے ایک ہزار روپے کی ضمانت طلب کی تھی جس کی عدم ادائیگی کی صورت میں امارت بند ہوگیا اور اس کی جگہ پر ”**نقیب**“ جاری ہوا" (از مضمون ڈاکٹر ریحان غنی، امارت شرعیہ کا اولین ترجمان امارت بہار کی اردو صحافت کا سنگ میل، آن لائن)

اس سے پہلے تک اس پر سید شاہ محمد عثمان غنی لکھا ہوتا تھا، یہ جلد 10 شمارہ نمبر 6 تک شائع ہوتا رہا، اسی شمارہ میں ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے۔ "اخبار نقیب۔۔۔۔۔۔ ناظم صاحب امارت شرعیہ سے اجازت لے لی گئی ہے، اگر خدا نہ خواستہ جریدہ امارت کی اشاعت ملتوی کرنی پڑی تو اس کے بجائے تمام خریداروں کے پاس اخبار نقیب بھیجا جائے گا،۔۔۔۔۔۔ نقیب بھی امارت شرعیہ کا اپنا اخبار ہوگا۔۔۔۔۔۔" اس کے بعد 5؍ربیع الثانی 1352ھ مطابق 9 جولائی 1933 روز شنبہ کو نقیب کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا، جس پر مدیر کی حیثیت سے صفیر الحق ناصری کا نام لکھا ہوا ہے، یہ سچ ہے کہ اس کے باوجود تمام کام مولانا عثمان غنی ہی انجام دیتے رہے؛ بلکہ اس نام کی کسی شخصیت کا سراغ بھی نہیں ملتا، عجب نہیں کہ انہوں نے حکومت کے عتاب سے بچنے اور اخبار کو چلانے کے لیے ایک فرضی نام اختیار کرلیا ہو، اس کے بعد پھر مولانا ہی مستقل اس کے مدیر رہے۔

تقسیم ہند کے جب حالات بدل گئے اور مولانا عثمان غنی کی مشغولیات بہت بڑھ گئیں تو شاہ محمد عثمانی کو اس کی ادارت تفویض کی گئی، قاضی احمد حسین صاحب جب ناظم تھے تو انہوں نے انہیں اس کی ذمہ داری سونپی تھی، جس کو وہ ایک مدت تک انجام دیتے رہے، اس کی تفصیل خود مولانا شاہ محمد عثمانی نے قاضی احمد حسین صاحب کی سوانح حیات حسن حیات میں ذکر کی ہے، وہ لکھتے ہیں، "امارت شرعیہ کی طرف سے ایک پندرہ روزہ اخبار امارت کے نام سے مولانا عثمان غنی کی ادارت میں نکلتا تھا، جس میں امارت شرعیہ کے کارکنوں کی اطلاع ہوتی تھی اور مسائل حاضرہ پر امارت شرعیہ کی رائے بتائی جاتی تھی، حکومت برطانیہ نے جب اس اخبار سے ضمانت طلب کرلی تو پھر بجائے امارت کے پندرہ روزہ نقیب شائع ہوا اور پھر امیر شریعت رابع کے دور میں اس کا ہفتہ وار ایڈیشن بھی شائع ہونے لگا، قاضی صاحب (قاضی احمد حسین) نے اپنی نظامت میں جریدۂ امارت کے لیے شاہ عیسی صاحب کو بلایا؛ لیکن وہ زیادہ دن نہ رہ سکے، مولانا عثمان غنی کے بار بار طلب کرنے پر جب وہ نہیں آئے تو مولانا عثمان غنی صاحب کی ادارت میں اخبار نکلتا رہا، جب جریدہ نقیب کا دور آیا تو مولانا طیب عثمانی سلمہ بلائے گئے، لیکن وہ بھی نہیں ٹھہر سکے، اس کے بعد مجھ کو بلایا گیا، امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمر الدین، نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی اور قاضی شریعت مولانا نورالحسن مجھ سے متعدد بار کہہ چکے تھے؛ لیکن میرے حالات نے اس وقت مجھ کو اجازت نہیں دی، بہر حال جب میرے حالات ایسے ہوئے کہ میں امارت آسکوں تو قاضی احمد حسین صاحب کی طلب پر امارت میں آگیا .... میں جب دفتر امارت شرعیہ میں آگیا تو قاضی صاحب نے مجھ کو معین ناظم اور مدیر نقیب کے عہدہ پر مامور کیا، راقم الحروف کی ادارت میں جو شمارے نکلے وہ امیر شریعت اور قاضی صاحب کو پسند آئے" (حسن حیات دہلی، ص 184)

اس کے بعد صادق پور کے معروف اہل قلم مولانا اصغر امام فلسفی عظیم آبادی اس کے مدیر ہوئے، اور 28 اکتوبر 1967 تک اس کی ادارت کی ذمہ داری انجام دی، پھر مشہور صاحب قلم جناب شاہد رام نگری اس کے مدیر ہوئے انہوں نے تیس سال سے زائد اس کی خدمت کی اور اس کا معیار بلند کیا، 30 نومبر 1991 کو ان کی وفات پر ہی ان کی ادارت کا سلسلہ منقطع ہوا، اس کے بعد ایک دیڑھ سال جناب محمود عالم صاحب نے اس کی ادارت کی ذمہ داری انجام دی، پھر 12 دسمبر 1992 سے مشہور صحافی جناب سید عبدالرافع باضابطہ اس کے مدیر ہوئے اور اپنی وفات 2015 تک یہ ذمہ داری انجام دیتے رہے، سید عبدالرافع کی وفات کے بعد معروف عالم مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی کو اس کی ادارت تفویض کی گئی جو تا حال یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان کے ساتھ مولانا رضوان احمد ندوی بھی ایک طویل عرصہ سے اس اخبار کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

1920 سے لے کر اس وقت جبکہ 2024 ہے اس اخبار کو ایک سو چار سال مکمل ہو چکے ہیں، اس دوران کیا کبھی اس کی اشاعت کا سلسلہ منقطع ہوا، یہ کہنا مشکل ہے، شاید کسی وجہ سے ایک دو شمارے کا 1936 یا 1935 میں ناغہ ہوا ہے؛ لیکن ایک پندرہ روزہ اور بعد کو ہفتہ وار اخبار کا اتنے طویل عرصہ تک تسلسل کچھ کم تعجب اور تاریخی اہمیت کا حامل نہیں، اس طویل عرصہ میں اس کا جو مواد محفوظ ہوا ہے وہ ایک صدی کی پوری تاریخ ہے، بالخصوص صوبہ بہار اور بالعموم پورے ملک کی تاریخ کا بڑا اہم حصہ ہے، اور اس کی اس خصوصیت میں شاید ہی کوئی دوسرا اخبار اس کا شریک وسہیم ہو، ایسی صورت میں اس کے تمام شمارے اگر نیٹ پر اپ لوڈ کردئے جائیں تو بہت اہم مواد محفوظ ہو جائے گا اور بہت بڑی علمی خدمت ہوگی؛ لیکن اس کے تمام شمارے خود نقیب کے دفتر میں بھی محفوظ نہیں، بالخصوص 1940 سے 1945 تک کے شمارے اور خاص طور پر حضرت مولانا سجاد علیہ الرحمہ کی وفات پر نکلنے والا شمارہ غائب ہے، اور اب تک بہار میں یا کسی دوسری جگہ اس کا سراغ نہیں لگ سکا ہے۔

ضرورت ہے کہ خود امارت شرعیہ اس کی طرف توجہ کرے، نقیب میں اعلانات واشتہارات کے ذریعہ غائب شماروں کے عکس حاصل کرنے کی کوشش کرے اور پھر سب کو پورے اہتمام سے آج کے مذاق کے مطابق انٹرنیٹ پر اپ لوڈ کروادے، اس طرح خود اس ادارہ کی اہم تاریخ محفوظ ہو جائے گی۔

انسانیت کی پہچان-علم وتقویٰ ہے

طیبہ سہیل

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ خلافت کے جلیل القدر منصب کے فرائض کما حقہ انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو نہ صرف قوت گویائی بخشی بلکہ شکل وصورت اور دماغی صلاحیت بھی تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ عنایت کی تاکہ وہ دنیا کی دیگر مخلوقات پر حکومت کر سکے لہٰذا انسان میں انسانیت کا احساس بھی ودیعت کیا۔ دراصل انسانیت ہی انسان کی پہچان ہے۔ اگر غور کریں تو انسانیت علم، عمل، اخلاص اور فکر آخرت پر مشتمل ہے۔

علم: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا مومن کو علم حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا: ”علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں“ اللہ کی تخلیق کردہ کائنات، کرۂ ارض اور اس پر پھیلی ہوئی یا اس کے اندر کی چھپی ہوئی چیزوں کو دیکھے، تلاش کرے اور ان کی افادیت پر غور کرے۔ ایسے ہی مشقت کرنے والے عالموں نے دنیا کو آج بامِ عروج پر پہنچایا ہے لیکن مومن پر دنیاوی علوم حاصل کرنے سے پہلے علم دین حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے خالق اور اپنے رب کو پہچان سکے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے راستہ پر چل کر صحیح معنیٰ میں انسان بن سکے یعنی اپنے خالق کو دل وجان سے ایک جانے اور ادائیگی نماز وروزہ وزکوٰۃ سے ہرگز غافل نہ ہو، اپنے نفس امّارہ پر ہمیشہ غالب رہے، اعلیٰ اخلاق کا حامل بنے یعنی نرم خوئی، احسان، عفو ودرگزر اور حسن اخلاق وایثار کا شیوہ اختیار کرکے انسانیت کا حق ادا کرے۔ اس کے علاوہ دُنیاوی علوم بھی حاصل کرنے کی غرض وغایت اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہو نہ کہ تخریب کاری۔ نیز علم حاصل کرنے کا مقصد اپنی ذاتی عزت وشہرت اور دولت کمانا نہ ہو بلکہ اپنے علم سے انسان اپنے اخلاق درست کرے اور اشاعت علم اور اصلاح ودعوت کو اپنا نصب العین بنائے۔

عمل: علم انسان کے لئے ایک عظیم نعمت ہے۔ مگر علم وعمل لازم وملزوم ہیں۔ قرآن مجید میں بہت سی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، ان کے لئے دین ودنیا میں فلاح ہے۔“ عمل ایک ایسا وسیع مضمون ہے جس میں تمام اخلاقیات مضمر ہیں۔ عالم نیک وبد اعمال کے نتائج اور اجر وثواب جانتا ہے۔ اگر پھر بھی وہ عمل نہ کرے تو عالم کا علم اس کی ذات کے لئے نہ دنیا میں کسی منفعت کا باعث بن سکتا ہے نہ دین کے لئے فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

کم علم اور بھولے بھالے لوگ جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور اچھے اخلاق رکھتے ہیں، دوسروں کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، محنت ومزدوری کرتے ہیں اور اللہ کا شکر بجالاتے ہیں، وہ اللہ کی نظر میں پسندیدہ ہیں اور قیامت کے دن آسانی سے جنت میں داخل کردیئے جائیں گے۔ دراصل علم وعمل وہ کیمیا ہے جس سے انسان کا دل ودماغ آئینہ کی طرح صاف وشفاف ہوجاتا ہے جس میں اپنے اور دوسروں کے نیک وبد اعمال صاف نظر آنے لگتے ہیں۔ عالم خود اپنا محاسب بن جاتا ہے، اس کی شخصیت نکھر کر مثالی بن جاتی ہے، اس کی زبان میں اللہ تعالیٰ اثر پیدا کردیتا ہے اور اس کا علم اس کی ذات اور دوسروں کے لئے نفع بخش ہوجاتا ہے۔

اخلاص: اخلاص کے ساتھ جو عمل بھی کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ضرور قبول ہوتا ہے۔ اس لئے احکامِ خداوندی پر کسی لالچ کے ہزار مشکلات اور مخالفت کے باوجود خلوص کے ساتھ عمل کرنا چاہئے۔ اللہ کے مخلص بندے اپنے اعمال اور عبادات کی تشہیر نہیں کرتے بلکہ چھپاتے ہیں اور چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اس نیت سے کرتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے۔ مثلاً انسان بھوک اور پیاس میں اس نیت سے کھائے کہ اللہ نے فرمایا ہے ”کھاؤ، پیو اور فضول خرچی نہ کرو“ ایسی صورت میں اس کا کھانا عبادت بن جاتا ہے۔ اپنی صحت کی حفاظت کیلئے دوا وعلاج اس نیت سے کرے کہ زندگی اللہ کی دی ہوئی امانت ہے، اس کو صحیح سلامت رکھنے کی جدوجہد کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔“ (باقی ص آئندہ)

Scanned with CamScanner

منزل تک پہنچنے کے لئے امتحانات سے گزرنا ہی ہوگا

مولانا محمد الحسنی

امتحانات سے گزر کر منزل تک پہنچنا، قربانیاں دینا اور زندگی کا استحقاق ثابت کرنا ہر زندہ دل اور باشعور قوم کے لئے ایک ایسی شرط ہے کہ جس کو پورا کئے بغیر وہ دنیا کے نقشہ میں کسی حیثیت سے کوئی اہم اور ممتاز جگہ نہیں بنا سکتی۔ یہ تو ہر قوم کا حال ہے جس میں کسی مذہب نسل اور ملک و وطن کی قید نہیں ہے لیکن امت مسلمہ اس عام قانون پر پوری اترنے کے ساتھ دو چیزوں میں دوسری اقوام سے منفرد اور ممتاز ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی زندگی کے نقشہ میں امتحانات اور مشکلات اور قربانی و آزمائش کو ایک ایسا تقدس حاصل ہے اور ان قربانیوں کے بارے میں ایسی نعمتیں ملنے والی ہیں کہ جس کے بعد یہ زندگی دشوار اور موت آسان معلوم ہونے لگتی ہے اس نوید جانفزا سے سرو بال دوش ہے دوسرے یہ کہ ان امتحانات اور آزمائشوں کے پیچھے اسباب و شرائط کا ایک پورا سلسلہ ہے۔ یہ آزمائشیں اندھے کی لاٹھی نہیں جس میں مجرم اور بے گناہ اور قابل سزا اور قابل انعام کسی کی تخصیص نہ ہو۔ نہ یہ حالات کا قدرتی نتیجہ ہیں جن کی کوئی غیر مادی توجیہ ممکن نہ ہو بلکہ یہ ظاہری حالات بھی قدرت الٰہی کے فیصلہ و مشیت کا نتیجہ ہیں، چنانچہ جب کوئی مومن کسی ابتلاء اور آزمائش سے دوچار ہوتا ہے تو اس کو یہ فکر و جستجو لاحق ہوتی ہے کہ اس ابتلاء و مصیبت کا حقیقی سبب کیا ہے؟ اور اس کو دور کرنے کی کیا تدبیر ہے؟ جہاں تک ان قربانیوں کے تقدس و رفعت اور ان عظیم وعدوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں سے اس ضمن میں کئے گئے ہیں، قرآن و حدیث میں جگہ جگہ بہت خاص انداز میں اس کا ذکر ہے، بار بار مختلف اسالیب اور مختلف پیرایوں میں اس کو دہرایا گیا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے لئے واضح لفظوں میں ارشاد خداوندی ہے اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، انہیں خوش خبری دے دو ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رَو ہیں۔ (البقرہ 155-157) اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امتحانات کی یہ تمام قسمیں مسلمانوں کی ترقی اور رفع درجات نیز کھرے اور کھوٹے کی تفریق کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے لئے بشارت ان صبر کرنے والوں کو دی گئی ہے جو ہر مصیبت کے وقت خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صبر کر کے گھر بیٹھ جایا جائے یا یہ کہ انا اللہ پڑھ کر سر سے بوجھ اتار لیا جائے یا ماتم اور نوحہ خوانی شروع کر دی جائے، بلکہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایسے نازک موقع پر کوئی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے، نہ اپنی قسمت کا ماتم کرتے ہیں نہ زمانہ کو شکوہ، نہ دوسروں کو الزام دے کر اپنے کو بے قصور سمجھتے ہیں، بلکہ استقامت اور پامردی کا ثبوت دیتے ہوئے خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اپنا ایمان و یقین از سر نو تازہ کرتے ہیں۔ اپنی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا خامیاں ہیں جن کو احساس ندامت کے آنسوؤں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کون سے برے اعمال اور بری عادتیں ہیں جو خدا کو ناراض کرنے والی اور اس کی نگاہ رحمت کیلئے حجاب بن رہی ہیں۔ ان مصائب و مشکلات کا حل ان کے نزدیک انابت الی اللہ اور پھر اس انابت پر استقامت ہے، اور بس۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالاں کہ ہم اُن سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟ (العنکبوت: 2۔3) دوسرا نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ یہ آزمائشیں کیوں پیش آتی ہیں اور یہ مصیبتیں کیوں نازل ہوتی ہیں؟ قرآن مجید کا صاف اعلان ہے "جو کچھ ان کے ساتھ ہوا وہ ان پر اللہ کا ظلم نہ تھا بلکہ ان کا اپنا ظلم تھا جو انہوں نے خود اپنے اوپر کیا۔ (النحل: 33) یہ دراصل ان باطنی اور حقیقی اسباب کی طرف اشارہ ہے جو ظاہر پرست یا ظاہر میں انسانوں کو نظر نہیں آتے اور وہ اس کا علاج اور سطحی، وقتی اور جزوی چیزوں سے کرنا چاہتے ہیں جو بعض اوقات ان لئے مزید دردسر کا سامان پیدا کر دیتی ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت بن جاتی ہیں۔ وہ ظاہری اور مادی اسباب کے جال میں اس طرح گرفتار ہیں کہ خالق اسباب کی طرف ان کی نظر ہی نہیں جاتی حالانکہ قرآن مجید کی صریح ایک آیت ہم کو لرزا دینے کے لئے کافی ہے "کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں۔" (التوبہ:- 126) سب علاج برحق اور اپنی اپنی جگہ صحیح ہو سکتے ہیں، احساس و شعور کی بیداری بھی ضروری ہے، احتجاج اور اظہار کرب بھی بالکل قدرتی اور زندگی کی علامت ہے مظلوموں کی امداد اور غمخواری بھی بلاشبہ ایک ضروری فریضہ اور وقت کا فوری تقاضا ہے۔ لیکن مختلف واقعات، حادثات اور آفات آنے کے بعد کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ اس کو راضی کرنے کی کوشش کیوں نہ کریں، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی باگ ڈور ہے اور جس کے دست قدرت میں آسمان و زمین کی وسعتیں اور ساری دنیا کی طاقتیں ہیں اور جس کو راضی کرنے سے نہ صرف دنیا میں عزت و سربلندی اور سکون و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے بلکہ آخرت کی غیر فانی زندگی اور لازوال نعمتیں بھی مل سکتی ہیں جہاں آدمی کو ہمیشہ ہمیش کے لئے رہنا ہے؟ ہم ظاہری اور دنیاوی ذرائع پر تو بھروسہ کرتے ہیں لیکن ہماری وہ بنیاد بے حد کمزور ہے جس پر ان حقوق کی ضمانت کی گئی ہے، وہ بنیاد ہے اللہ کے وعدوں پر سچا یقین، اللہ پر مکمل اعتماد اور بھروسہ، اللہ کے راستے میں جان و مال کی قربانی کا جذبہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا کی مکمل پیروی و اطاعت کا فیصلہ نیز عزم و استقامت کے ساتھ زندہ رہنے کا جذبہ! اس لحاظ سے دیکھئے تو ہم ان شرطوں میں سے کوئی شرط بھی پوری نہیں کر رہے ہیں جن پر امن و اطمینان ان اور عزت و سربلندی کی ضمانت ہے۔ جہاں تک رب العالمین کے وعدوں پر سچے یقین اور اللہ پر مکمل اعتماد کا تعلق ہے، اس کا حال ہم سب کو خوب معلوم ہے۔ چار چھ آنے کی دوا یا نسخہ پر ہم کو جو یقین ہے دعا پر اس کا عشر عشیر بھی نہیں، جتنا اعتماد اور بھروسہ ہم کو اپنی ملازمت، تجارت اور بزنس پر ہے اتنا اعتماد ہم کو اللہ تعالیٰ کی رزاقیت اور رحمت پر بھی نہیں۔ ہم دنیاوی ذرائع پر تو یقین کر سکتے ہیں لیکن جس چیز پر ہمارا اعتماد روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے وہ خدا کے وعدے اور اس کے شرائط پوری کرنے کے نتائج ہیں۔ ہم میں سے کتنے ہیں جن کے تحت الشعور میں یہ ہے کہ اگر فلاں شخص یا فلاں جماعت نہ ہوگی تو ہمارے لئے کتنی دشواریاں پیدا ہو جائیں گی، فلاں حلقہ، برادری یا جماعت ناخوش ہو جائے تو ساری عزت و نیک نامی جاتی رہے گی، فلاں افسر اور حاکم ناراض ہو جائے گا تو نعوذ باللہ رزق کے دروازے بند ہو جائیں گے اور مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ شاعر نے شاید اس صورت کو پیش نظر رکھ کر کہا تھا؟

بتوں سے تجھ کو امید اور خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

ایک دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ قرن اول اور اس کے بعد کی صدیوں میں بھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کوئی بڑا اقدام کرنے سے پہلے یا کسی غیر معمولی واقعہ اور نازک حالات میں جس میں مسلمانوں کے لئے بظاہر خطرہ نظر آتا ہے، پہلے اپنی طرف سے اطمینان کر لیتے پھر اس کے بعد گرد و پیش کا جائزہ لیتے، وہ یہ دیکھتے تھے کہ ہم میں معصیت تو عام نہیں ہو گئی ہے، ہماری صفوں میں اختلاف و انتشار تو نہیں، ہمارے اندر حرص و طمع اور دنیا کی محبت تو پیدا نہیں ہو گئی ہے۔ اس طرف سے اطمینان ہو جاتا تھا تب وہ محسوس کر لیتے تھے کہ "اذن لا یضیعنا" یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ یہ انداز فکر وہ شاہ کلید ہے جس سے زندگی کا ہر قفل کھل سکتا ہے، ایک ایک چیز کے لئے فریاد کرنے، در در ہاتھ پھیلانے اور ہر کس و ناکس کی خوشامد کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنے ایمان، اپنے اخلاص، اپنے عمل اور اپنی قربانی سے اس خدا کو راضی کرنے کی فکر کی جائے جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اور جس کے حقیقی نام لیواؤں اور جس کے نبی کے ادنیٰ غلاموں کا یہ حال ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتیں اور حکومتیں ان کے سامنے مٹی کے گھروندوں اور سنگریزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھیں۔

بقیہ: انسانیت کی پہچان........

فکر آخرت: دُنیا کی اس قلیل المدت زندگی میں انسان جو نیک و بد اعمال کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا علم اللہ کو تو ہوتا ہی ہے، لوح محفوظ میں بھی یہ محفوظ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے کراماً کاتبین مقرر کئے ہیں جو انسان کے اعمال کم و کاست ایک رجسٹر میں لکھتے ہیں۔ قیامت کے دن انسان کے اعضاء بھی بولیں گے اور گواہی دیں گے جو کام اس نے ان اعضاء سے دُنیا میں کئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ زمین میں بھی من و عن تحریر کی طرح جمع رہیں گے۔ سورۂ زلزال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن زمین انسان کے اعمال اگل دے گی اور گواہی دے گی ہر اس عمل پر جو انسان نے کھلم کھلا یا پوشیدہ کئے تھے۔ وہ منظر کیسا شرمناک ہوگا جب انسان اپنے پوشیدہ اور اعلانیہ کئے گئے اعمال بد کے اشتہار پر پوری دنیا کے لوگوں کے سامنے اور اللہ اور فرشتوں کے سامنے ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وہ، یعنی اللہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانتوں اور (ان نیتوں اور ارادوں کو) جو تمہارے سینوں میں چھپے ہوئے ہیں۔" سورہ لقمان میں حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا "اے بیٹے کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی اور کسی چٹان میں یا آسمان میں یا زمین میں کہیں چھپی ہوئی ہو اللہ اسے نکال لائے گا۔ وہ باریک بیں اور باخبر ہے۔ اے میرے فرزند! تو نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور جو تکلیف تجھے پہنچے اس پر صبر کر۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور لوگوں سے (غرور کے ساتھ) اپنا رخ نہ پھیر، اور زمین پر اکڑ کر مت چل، بیشک اللہ ہر متکبّر، اِترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے، اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے (یعنی بات چیت میں نرمی اور شائستگی قائم رکھ)۔" حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقلمند اور عاقبت اندیش ہے وہ شخص جو اپنے اعمال کا جائزہ لیتا رہے اور ایسے اعمال کرے جو مرنے کے بعد کام آنے والے ہیں۔

بقیہ: انڈیا اتحاد اس کے لیڈران........

کیرالہ کانگریس (پی جے جوزف گروپ) (1979–2010): کیرالہ کانگریس (جوزف) آر بالکرشنا پلئی اور کے ایم مانی کے الگ الگ حصے 1985 میں پی جے جوزف کی قیادت والی کیرالہ کانگریس میں ضم ہو گئے؛ لیکن یہ پارٹیاں 1987 میں کے ایم مانی کے ذریعے دوبارہ الگ ہو گئیں، 1987 کی تقسیم کے بعد پی جے جوزف اور کے ایم مانی کے درمیان نام اور نشان کے لیے بڑی قانونی جنگ ہوئی، عدالت نے پی جے جوزف کے حق میں فیصلہ سنایا۔ 1989 میں آر بالکرشنن پلئی نے بھی کیرالہ کانگریس چھوڑ دی، اور کیرالہ کانگریس بال کرشنن بنائی، پی جے جوزف 2010 تک کیرالہ کانگریس کی نمائندگی کرتے ہوئے کئی بار وزیر رہے۔

کیرالہ کانگریس (M) کے ساتھ انضمام اور تحلیل (2010–2015): 2010 میں کیرالا کانگریس کے ایک بانی پی ٹی چاکو کے ایک بیٹے، پی سی تھامس نے کیرالا کانگریس میں شمولیت اختیار کی۔ وہ 2001 تک کیرالہ کانگریس (ایم) کے رکن رہ چکے تھے اور بعد میں اپنی پارٹی، انڈین فیڈرل ڈیموکریٹک پارٹی بنائی تھی، دو ہزار دس کے آخر میں، کیرالہ کانگریس (جے) اور کیرالہ کانگریس (ایم) نے ایک پارٹی میں ضم ہونے کا فیصلہ کیا، پی سی تھامس نے اس انضمام کی حمایت نہیں کی اور کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) کے نام سے اپنا ایک گروپ بنا لیا، آخر کار، کیرالہ الیکشن کمیشن نے پارٹی کا نام اور نشان منجمد کر دیا، اس طرح کیرالہ کانگریس کو تحلیل کر دیا۔

کیرالہ کانگریس کا احیاء (2016 سے): پی سی تھامس کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) کے چیئرمین تھے۔ 2014 میں، اس پارٹی میں اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی اور 2015 کو تھامس نے کیرالہ کانگریس (انضمام مخالف گروپ) چھوڑ کر کیرالہ کانگریس (تھامس) تشکیل دی لیکن لیفٹ ڈیموکریٹک فرنٹ نے اس تقسیم کو منظور نہیں کیا اور تھامس کو اپنے اتحاد سے نکال دیا (جاری)

Scanned with CamScanner

مسلمان کیا کریں؟

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

’’جہاد‘‘ ایک ایسا لفظ ہے کہ جس کو مغربی اہل قلم اور حکومتوں نے بدنام کر کے رکھ دیا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی نئی نسل بھی جہاد کے تذکرہ پر شرمندگی اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے؛ حالاں کہ یہ محض پروپیگنڈہ یا غلط فہمی ہے، امن اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کو ’’جہاد‘‘ کہتے ہیں، جہاد کا تعلق صرف میدان کارزار اور فولادی و آتشی ہتھیاروں سے نہیں ہے؛ بلکہ انسان کی ان تمام صلاحیتوں سے ہے، جو امن و انصاف قائم کرنے کے مقصد کو پورا کر سکتی ہیں، جہاد زبان سے بھی ہے؛ چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا جہاد کی سب سے افضل صورت ہے: افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر (سنن ابی داؤد) اور جو کام زبان کرتی ہے، وہی کام بعض اوقات زیادہ بہتر طور پر قلم کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے؛ اسی لئے قلم بھی جہاد کا ایک ذریعہ ہے، جہاد مال کے ذریعہ بھی ہے، خود قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے (توبہ: ۱۴) جہاد کا تعلق انسان کے نفس اور جسمانی مشقتوں سے بھی ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بھی جہاد قرار دیا: ’’الحج جہاد‘‘ (سنن ابی ماجہ) کیوں کہ حج میں انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتا ہے، نہ اپنی مرضی کا لباس پہن سکتا ہے، نہ خوشبو کا استعمال کر سکتا ہے، اور اسے اپنی بعض اور جائز خواہشات کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے، جہاد کی آخری شکل وہ ہے، جس کو ’’جنگ‘‘ کہا جاتا ہے، جس کا مقصد عدل و انصاف قائم کرنے اور شر و فساد کو دُور کرنے میں آخری درجہ کی قوت کا استعمال کرنا ہے۔

غرض کہ جہاد کا مقصد متعین ہے؛ لیکن آلات و وسائل متعین نہیں ہیں، ہر زمانہ میں جو طاقت اور جو صلاحیت انصاف کو قائم کرنے میں مدد و معاون ہو سکتی ہے، ظالموں کو زیر کر سکتی ہے، اور سماج پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ان وسائل کا استعمال کیا جانا چاہئے، اس سلسلہ میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے، ان کے مقابلہ میں طاقت کو منظم کرو: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ‘‘ (الانفال)

مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہر ایسی چیز کو شامل ہے، جس کے ذریعہ دشمن سے مقابلہ کیا جا سکتا ہو: هذا عام فی كل ما يتقوّى به على حرب العدوّ‘‘ (مفاتیح الغیب) اس سے کون سے ہتھیار مراد ہیں؟ مفسرین نے اس کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے؛ چنانچہ بعض اہل علم نے تیز اندازی مراد لی ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے پڑھنے کے بعد تین دفعہ فرمایا کہ اصل قوت تیر اندازی ہی میں مضمر ہے: الا إن القوة الرمی (مسلم) خود قرآن مجید کی اس آیت میں گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے، جو گذشتہ زمانوں میں جنگ کے لئے ایک مفید، ذہین اور تیز گام سواری تھی، ذکر تیر کا ہو یا گھوڑے کا، یہ ایک علامتی لفظ ہے، جس کا مقصد ہے ہر دور کے مؤثر اور طاقتور ترین ہتھیار کا استعمال۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ جس دور میں زندگی گذار رہے ہیں، یہ جمہوری تصورات کے غلبہ کا عہد ہے، جس میں رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے، جس میں پُرامن طریقہ پر انقلاب لانا ممکن ہے، جس میں اکثریت کی رائے کا خاص وزن ہوتا ہے، جمہوری نظام حکومت کا ایک اہم اور بنیادی عمل الیکشن ہے، الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل کر کے اقتدار حاصل کیا جا سکتا ہے، اور ووٹ کی طاقت استعمال کر کے حکومتیں بدلی جا سکتی ہیں؛ اس لئے حکومتوں کو گرانے اور ختم کرنے اور حکومتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے کے لحاظ سے الیکشن بھی اس قوت میں شامل ہے، جس کے جمع کرنے کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے، خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، الیکشن کی سیاست میں مسلمانوں کے حصہ لینے کی بے حد اہمیت ہے۔

الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے، گواہی دینا بوقت ضرورت واجب ہے اور اس سے بڑی ضرورت کیا ہوگی کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو بام اقتدار تک پہنچنے سے روکا جائے، عملی طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے ووٹ ڈالنے کا اہتمام کیا، وہاں سیکولر طاقتوں کو آگے بڑھانے اور فسطائی قوتوں کو پیچھے ہٹانے میں مدد ملی ہے۔

اس طاقت کو استعمال کرنے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مسلمان اپنے ووٹ کو بکھراؤ سے بچائیں اور پورے شعور کے ساتھ متحد ہو کر کسی ایک پارٹی کو ووٹ دیں، اکثریت تو ووٹ تقسیم ہونے کے باوجود اپنی سیاسی قوت برقرار رکھ سکتی ہے؛ لیکن اس اقلیت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ سکتا، جس کی صفیں شکستہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اجتماعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے: يد الله على الجماعة (نسائی) قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ مسلمان مل جل کر رسی کو تھامیں اور پراگندہ ہونے سے بچیں: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران) انتشار اور بکھراؤ، ہوا خیزی، شکست و ریخت اور قومی کمزوری کا سبب ہوتا ہے: وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا (انفال)

الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ کو بے اثر کرنے کے لئے دُور رس اور بظاہر دلفریب سازشیں بھی کی جاتی ہیں، اور مضبوط مسلمان اُمیدوار کے مقابلہ مسلمان اُمیدوار ہی کھڑے کئے جاتے ہیں، ایسے موقع پر ضروری ہے کہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے اور جیسے اسلام دشمن طاقتیں عہد نبوی میں منافقین کو اپنا آلہ کار بناتی تھیں؛ لیکن مسلمان اس سے متأثر نہیں ہوتے تھے، اس اُسوہ کو سامنے رکھا جائے، اگر کچھ مسلمان اُمیدوار پیسے لے کر مسلمان یا سیکولر اُمیدوار کو نقصان پہنچانے کے لئے کھڑے ہوں تو یہ یقیناً رشوت ہے اور بمقابلہ عام رشوتوں کے زیادہ گناہ کا باعث ہے؛ کیوں کہ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرنی چاہئے، جس کا رجحان بڑھ رہا ہے، یا دوسری سیاسی جماعتوں میں شرکت کو ترجیح دینی چاہئے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر جگہ ایک ہی طریقہ کار کو اختیار نہیں کیا جا سکتا؛ بلکہ مختلف علاقوں کے حالات کے اعتبار سے الگ الگ طریقے مفید ہو سکتے ہیں، مسلم جماعتوں کے قیام میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ قانون ساز اداروں میں کسی تحفظ کے بغیر مسلمانوں کی بات پہنچا سکتے ہیں، ہندوستان کی بعض ریاستوں میں اس کا بڑا فائدہ محسوس کیا گیا ہے، خاص کر جنوبی ہند اور مشرقی ہند کے بعض اور علاقوں میں بھی مسلمانوں کی ایسی سیاسی تنظیمیں فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن یہ ایسی جگہ پر ہی ممکن ہے، جہاں مسلم آبادی مرتکز ہو، جہاں مسلم آبادی مرتکز نہ ہو، وہاں مسلمانوں کی اپنی پارٹیوں کا قیام فائدہ مند کے بجائے نقصاندہ ثابت ہو سکتا ہے؛ کیوں کہ اگر آپ کے ایک دو ممبر منتخب بھی ہو گئے؛ لیکن دوسری پارٹیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ مسلمانوں کا ووٹ انھیں نہیں ملا تو آپ ان پر کوئی پریشر قائم نہیں کر سکتے اور صرف ایک دو ممبر کے ذریعہ آپ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، ایسی جگہوں میں یہ بات زیادہ مفید ہوتی ہے کہ اپنی علاحدہ پارٹی قائم نہ کی جائے؛ لیکن اپنے مطالبات کا ایجنڈہ مرتب کیا جائے، اور اس کو ان پارٹیوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اپنے آپ کو سیکولر کہتی ہیں اور پھر ایسی پارٹی کے حق میں متحد ہو کر کوشش کی جائے، جو مسلم ایجنڈہ کو قبول کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کام غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر اشتراک کے ساتھ کئے ہیں، آپ نے ظلم و ناانصافی اور لاقانونیت کو دُور کرنے کے لئے ’حلف الفضول‘ میں شرکت فرمائی ہے، اگرچہ یہ واقعہ، نبوت سے پہلے کا ہے؛ لیکن نبی بنائے جانے کے بعد بھی آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اب بھی اس کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا: لو دعيت إليه لاجبت (مسند البزار) اسی طرح ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی مملکت کی داغ بیل ڈالی، جس میں مسلمانوں کو اور یہودیوں کو یکساں طور پر مذہبی آزادی حاصل ہو اور دونوں یکساں طور پر دفاع کی ذمہ داریاں ادا کریں، جب تک خود یہودیوں کی طرف سے بدعہدی کے واقعات پیش نہیں آئے، یہ معاہدہ باقی رہا، یہ ایک مثال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت و مصلحت کے مطابق غیر مسلم قوموں کے ساتھ اشتراک اختیار فرمایا کرتے تھے، اس لئے جن سیاسی پارٹیوں کا ایجنڈہ کھلے طور پر اسلام اور مسلمانوں سے عداوت پر مبنی نہ ہو، ان پارٹیوں میں شرکت اور ایک باعزت معاہدہ کے تحت ان کے حق میں ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں مسلم پارٹیوں کا قیام اور ان کے اُمیدواروں کا کھڑا ہونا مسلمانوں کے لئے نقصان کا باعث ہو اور اس سے فرقہ پرست پارٹیوں کو تقویت پہنچتی ہو، وہاں مسلم پارٹیوں کا اُمیدوار کھڑا کرنا یقیناً ایک نادرست عمل ہی کہلائے گا، تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ بہت سی سیٹیں بھارتیہ جنتا پارٹی کو مسلمان پارٹیوں کی بدولت حاصل ہوئیں؛ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ مسلم اکثریت جگہوں سے فرقہ پرست ممبران منتخب ہو جاتے ہیں، یہ ایمانی فراست، سیاسی شعور اور ملی حمیت کے مغائر ہے!

غرض کہ جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور ایک مؤثر ہتھیار ہے اور مسلمانوں کا ملی فریضہ ہے کہ وہ نہایت شعور، ہوش مندی اور سمجھداری کے ساتھ اس ہتھیار کا استعمال کریں، نہ اپنے دشمنوں کے آلہ کار بن جائیں اور نہ جذبات کی رو میں بہہ کر ایسا قدم اُٹھائیں جو خود ان کے لئے نقصاندہ ہو۔

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۶۱/۶۳/۲۵۷/۱۴۴۵ھ

مسرت پروین بنت محمد افضل، مقام محلہ بلال مسجد آزاد نگر، نہسہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔۔فریق اول

بنام

محمد فہیم ولد محمد صدیق شاہ، مقام محلہ بلال مسجد آزاد نگر، نہسہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں آپ کی بیوی فریق اول نے آپ کے خلاف عرصہ تین سال سے مفقود الخبر ہونے اور نان ونفقہ و دیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے۔ لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲؍ ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ مطابق ۹؍جون ۲۰۲۴ء روز اتوار کو خود مع گواہان و ثبوت بوقت نو بجے دن مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہو کر رفع الزام کریں، واضح رہے کہ عدم حاضری و عدم پیروی کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

Scanned with CamScanner

طب وصحت

نوزائیدہ بچوں کے مسائل

نوزائیدہ بچہ بیمار ہوسکتے ہیں اوران کی صحت تیزی سے خراب ہوسکتی ہے۔اس کے لئے طبی مدد جلدی سے حاصل کی جانی چاہیے۔بچوں کے تشویشناک طور پر بیمار ہونے کی علامات مندرجہ ذیل ہیں،جن پر والدین کوتوجہ دینی چاہیے اور مناسب کارروائی کرنی چاہیے:-

سستی اور اونگھنے کی حالت

نوزائیدہ بچے اپنا زیادہ تر وقت سونے میں گزارتے ہیں۔تاہم،آپ کے بچے کو ہر کچھ گھنٹے کے بعد جاگ جانا چاہیے،جاگنے پر اچھی طرح سے غذا لینی چاہیے اور مطمئن اور چوکس دکھائی دینا چاہیے۔آپ کو اس کے باقاعدہ معمول میں آنے والی تبدیلی کے بارے میں خاص طور پر چوکس رہنا چاہیے۔یہ کسی بھی تشویشناک بیماری کی علامت ہوسکتی ہے۔اگر وہ بہت زیادہ تھکا ہوا یا سوتا ہوا نظر آئے ، بہت کم چوکس دکھائی دے اور کھانا کھانے کے لیے نہ جاگے،تو آپ کو اپنے بچے کوڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔

سانس لینے میں دشواری

نوزائیدہ بچے کوسانس لینے کے نارمل طریقے پر قائم ہونے کے لیے یعنی فی منٹ 20-40 سانس لینا شروع کرنے کے لیے عام طور پر کچھ گھنٹے کا وقت لگتا ہے۔عام طورر جب وہ سورہا ہوتا ہے تو وہ سب سے زیادہ باقاعدگی کے ساتھ سانس لیتا ہے۔کبھی کبھی جب وہ جاگتا ہے تو بہت تھوڑی دیر کے لیے تیزی سے سانس لے سکتا ہے اوراس کے بعد معمول کے طریقہ پر لوٹ سکتا ہے۔اگر آپ کومندرجہ ذیل میں سے کچھ نظر آئے تو آپ کو اپنے بچے کوڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے: بچہ لگاتار تیز سانس لے رہا ہے یعنی اگر اس کی عمر دو ماہ سے کم ہے تو فی منٹ آٹھ سے زیادہ سانس لینا یا اگر اس کی عمر 2-3 ماہ ہے تو فی منٹ پچاس سے زیادہ سانس لینا۔سانس لینے کے لیے کوشش کرنا پڑ رہا ہے اور چوسنے میں دشواری ہورہی ہے۔سانس لیتے وقت نتھنے چوڑے دکھائی دیتے ہیں۔جلد اور ہونٹوں کا رنگ سیاہی مائل یا نیلا دکھائی دیتا ہے۔

دوران خون سے متعلق مسئلہ

نوزائیدہ بچے کو ٹھنڈے ماحول میں لے جانے پر کبھی کبھی اس کے ہاتھ اور پیر نیلے دکھائی دے سکتے ہیں،لیکن گرم ماحول میں آنے پر انہیں پھر سے گلابی ہوجانا چاہیے۔کبھی کبھی زور سے رونے کے لیے اپنی سانس کو کچھ لمحے کے لیے روکنے پر اس کے چہرے، زبان اور ہونٹ کو تھوڑا نیلا ہوجانا چاہیے۔اگر اس کے پرسکون ہوجانے پر ان جگہوں کا رنگ تیزی سے معمول کے مطابق ہوجاتا ہے تو آپ کوفکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔تاہم،اگر آپ کا بچہ اچانک اور لگاتار پیلا پڑرہا ہے یا اس کا پورا جسم نیلا ہوجاتا ہے،تو اسے دل یا پھیپھڑے سے متعلق مسائل ہوسکتے ہیں۔ایسے میں فوری طبی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہائیڈریشن کی کیفیت

بچوں میں آسانی سے اور جلد ہی پانی کی کمی ہوجاتی ہے۔یقینی بنائیں کہ آپ کا بچہ کافی مقدار میں سیال چیز کا استعمال کررہا ہے،خاص کر جب وہ قے کررہا ہو یا اسے اسہال ہورہا ہو۔پچھلے 24 گھنٹوں میں اس کے ذریعہ پیئے گیے دودھ کی مقدار کا حساب لگائیں اوراس کا اس کے معمول کے کھانے سے موازنہ کریں، جوکہ پہلے مہینے کے دوران یومیہ 10-22 اونز (300-660 ملی لیٹر) ہوتی ہے۔اگر آپ اپنے بچے کودودھ پلارہی ہیں،تو اس کے ذریعہ سرگرم طور پر دودھ پلانے کے تعداد اور مدت کونوٹ کریں۔اگر آپ پر یقین نہیں ہیں کہ آپ کا بچہ کافی دودھ پی رہا ہے یا نہیں،ڈاکٹر سے رابطہ کرنا چاہیے۔آپ اپنے بچے کے پیشاب کرنے کی تعداد اور مقدار کودیکھ کر بھی اس کے سیال لینے کی مقدار کا پتہ لگا سکتے ہیں۔اگر آپ کے بچے نے پچھلے 24 گھنٹوں کے دوران کافی کم مقدار میں پیشاب کیا ہے مثال کے طور پر پہلے ہفتہ کے آخر تک چھوٹے بچوں نے 6 سے کم پھلیاتر کیا ہے تو اس میں پانی کی کمی ہونے کا خطرہ ہے۔ایسی حالت میں آپ کو اپنے بچے کوڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے۔

پیٹ پھولنا

کئی بچوں کا پیٹ تھوڑا بہت پھولا رہتا ہے خاص کر زیادہ کھانے کے بعد،لیکن یہ دو کھانوں کے بیچ ملائم محسوس ہونا چاہیے،خاص کر جب بچہ سورہا ہو۔اگر اس کا پیٹ مستقل طور پر پھولا ہوا اور ٹھوس محسوس ہورہا ہے اور ساتھ ہی اس نے ایک دن یا اس سے زیادہ وقت سے پاخانہ نہیں کیا ہے یا پیٹ سے گیس نہیں نکلی ہے، یا وہ بار بار قے کررہا ہے تو آپ کو اسے فوراً ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے کیوں کہ یہ اس کی آنت سے متعلق تشویشناک مسئلہ ہوسکتا ہے۔

بخار

جب بھی آپ کا بچہ خلاف معمول طور پر چڑچڑا یا گرم محسوس ہوتا ہے تو اس کا درجہ حرارت ناپیں۔بغل کا درجہ حرارت ناپنا زیادہ محفوظ اختیار ہے اور 3 ماہ سے کم عمر کے بچوں کے لیے ایسا کرنے کی خاص صلاح دی جاتی ہے۔اگر بغل کا درجہ حرارت 100.4F38C سے زیادہ ہے یا کان کا درجہ حرارت 100.4F38C سے زیادہ ہے تو آپ کو اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیے کیوں کہ یہ انفیکشن کی علامت ہوسکتا ہے۔جلدی طبی دیکھ بھال مہیا کرنا ضروری ہے کیوں کہ چھوٹے بچوں کی کیفیات بہت جلدی خراب ہوسکتی ہیں۔

مندرجہ ذیل حالات میں اپنے بچے کو فوراً ڈاکٹر کے پاس لے کر جائیں۔

پیلا، اونگھتا ہوا اور گرم محسوس ہوتا ہے۔سست ہے یا بہت زیادہ روتا ہے۔ہرے یا خون آلود سیال قے کرتا ہے،بالکل غذا نہیں لیتا ہے یا اس کی بھوک میں بہت زیادہ تبدیلی آتی ہے۔مروڑ ہوتا ہے۔مستقل طور پر بہت تیزی سے سانس لیتا ہے یا سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔15 سیکنڈ یا اس سے زیادہ وقت تک سانس لینا بند کردیتا ہے۔

هفتـــۂ رفتـــہ

راشد العزیری ندوی

عدالت کے نوٹس کے بعد ای ڈی ملزم کو گرفتار نہیں کرسکتا: سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے ایک اہم فیصلے میں کہا کہ منی لانڈرنگ کی روک تھام ایکٹ کی دفعہ 44 کے تحت ایک شکایت پر عدالت کی طرف سے نوٹس لینے کے بعد انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ (ای ڈی) کسی شخص کوگرفتار نہیں کرسکتا۔جسٹس ابھے ایس اوکا اور اجل بھویان کی بنچ نے یہ فیصلہ سنایا۔سپریم کورٹ نے اپیل کنندگان کی طرف سے پیش ہونے والے سینئر ایڈوکیٹ سدھارتھ لوتھرا اور ای ڈی کا موقف پیش کررہے ایڈیشنل سالیسٹر جنرل ایس وی راجو کے دلائل سننے کے بعد پریوینشن آف منی لانڈرنگ ایکٹ کے التزامات کے حوالے سے کئی ہدایات جاری کیں۔بنچ نے کہا کہ اگر ای ڈی اسی جرم کی مزید تفتیش کے لیے عدالت کی طرف سے سمن جاری ہونے کے بعد پیش ہوئے ملزم کی حراست چاہتا ہے،تو اسے (مرکزی تفتیشی ایجنسی) کوخصوصی عدالت میں درخواست دے کر ملزم کی حراست طلب کرنی ہوگی۔اس کے بعد مختصر وجوہات درج کرنے کے بعد درخواست پر آرڈر پاس کرنا ہوگا۔(قومی آواز)

پیشہ ورانہ غفلت پر وکلاء کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا، سپریم کورٹ

سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں کہا کہ خدمات میں کمی کے لیے کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ کے تحت وکلاء کوجوابدہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔جسٹس بیلا ترویدی اور پنکج متھل کی بنچ نے کہا کہ کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ 2019 کا مقصد اور موضوع صرف صارفین کوغیر منصفانہ طریقوں اور غیر اخلاقی کاروباری طریقوں سے تحفظ فراہم کرنا ہے۔مقنّنہ کا کبھی بھی کاروبار یا اس کے پیشہ ور افراد کوقانون کے تحت احاطہ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔بنچ نے کہا،"ہم نے 'پیشہ' کو 'کاروبار' اور 'تجارت' سے الگ کردیا ہے۔ہم نے کہا ہے کہ کسی بھی پیشے کوتعلیم یا سائنس کی کسی نہ کسی شاخ میں اعلیٰ تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہوگی۔کام کی نوعیت مختلف ہے جس میں جسم کے بجائے دماغ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ایک پیشہ ور کے ساتھ ایک تاجر یا دکاندار جیسا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔" تاہم، سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ ایک وکیل کے خلاف عام طور پر لاپرواہی کا مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔اس سے قبل 2007 میں قومی صارف تنازعات کے ازالے کے کمیشن (این سی ڈی آر سی) نے فیصلہ دیا تھا کہ وکالت کے ذریعہ فراہم کردہ خدمات کنزیومر پروٹیکشن ایکٹ کے دائرے میں آتی ہیں۔(قومی آواز)

جج نہ تو شہزادے ہوتے ہیں اور نہ ہی فرمانروا: سی جے آئی چندر چوڑ

سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے کہا ہے کہ جج کہیں کے شہزادے یا فرمانروا نہیں ہیں،ان کا کام خدمت فراہم کرنا ہے۔انہوں نے یہ بات برازیل میں جے-20 سربراہی اجلاس کے دوران کہی۔چیف جسٹس چندر چوڑ نے کہا کہ جج ایک ایسا افسر ہوتا ہے جوتوہین کے الزام میں مجرموں کوسزا دیتا ہے اور دوسروں کی زندگیوں پر اہم فیصلے کرتا ہے،اس لیے اس کے فیصلے لینے کا عمل شفاف ہونا چاہیے۔سی جے آئی چندر چوڑ نے زور دے کر کہا کہ فیصلے لینے کا ایک شفاف طریقہ ہونا ضروری ہے، جوسب کوساتھ لے کر چلے۔سی جے آئی ڈی وائی چندر چوڑ نے مزید کہا،"جج کے طور پر ہم نہ تو کہیں کے شہزادے ہیں اور نہ ہی فرمانروا، جو کسی بھی فیصلے کی وضاحت کونظر انداز کردیں۔" جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے کہا کہ یہ جج کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب کوساتھ لے کر چلیں اور ان کے ذریعہ جو فیصلہ لیا جائے وہ قانون کا مطالعہ کرنے والوں اور عام لوگوں کے لیے قابل فہم ہونا چاہیے۔(قومی آواز)

ای وی ایم-وی وی پیٹ معاملے پر سپریم کورٹ میں ریویو پٹیشن داخل

الیکٹرانک ووٹنگ مشین (ای وی ایم) پر اٹھ رہے سوال ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں۔صرف سیاسی پارٹیاں ہی نہیں،عوام بھی انتخاب کے وقت ای وی ایم کا ایشو اٹھاتے ہیں۔الیکٹرانک ووٹنگ مشین کے ذریعہ ڈالے گئے ووٹوں کے ساتھ ہر ایک ووٹر کا وی وی پیٹ پرچی ملان کرانے کو لے کر سپریم کورٹ میں ایک عرضی بھی داخل کی گئی تھی،لیکن عدالت عظمیٰ نے اسے خارج کردیا تھا۔اب عدالت کے اس فیصلے پر ہی سوال کھڑا کردیا گیا ہے۔دراصل ارون کمار اگروال نے سپریم کورٹ کے ذریعہ ای وی ایم-وی وی پیٹ معاملے پر داخل عرضی کوخارج کیے جانے سے متعلق ریویو پٹیشن (ازسرنوغور کی عرضی) داخل کردیا ہے۔عرضی دہندہ کی دلیل ہے کہ 26 اپریل کے فیصلے میں واضح غلطیاں اور خامیاں ہیں۔ریویو پٹیشل میں انھوں نے کہا ہے کہ عدالت کا یہ کہنا درست نہیں کہ اس سے ریزلٹ میں نامناسب طور پر تاخیر ہوگی، یا پہلے سے تعینات ضروری وَرک فورس میں دوگنا اضافہ ہوگا۔(قومی آواز)

تھوک شرح مہنگائی 13 ماہ کی اعلیٰ سطح پر پہنچی

تھوک (ہول سیل) شرح مہنگائی اپریل ماہ میں سالانہ بنیاد پر 13 ماہ کی اعلیٰ سطح 1.26 فیصد پر پہنچ گئی ہے۔مارچ میں یہ 0.53 فیصد تھی۔مرکزی وزارت برائے کامرس نے اس تعلق سے اعداد وشماری جاری کیے۔ماہرین نے تھوک شرح مہنگائی ایک فیصد پر رہنے کا اندازہ ظاہر کیا تھا،لیکن مرکزی حکومت کے ذریعہ جاری اعداد وشمار میں مزید اضافہ دیکھنے کوملا ہے۔تھوک شرح مہنگائی میں یہ اضافہ خوردنی اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کے سبب ہوا ہے۔جاری اعداد وشمار کے مطابق اپریل ماہ میں پیاز کی قیمتوں میں شرح اضافہ 59.75 فیصد رہا جو مارچ ماہ میں 56.99 فیصد تھا۔اسی طرح آلو کے معاملے میں قیمتوں کا شرح اضافہ 71.97 فیصد رہا۔مارچ ماہ میں یہ 52.96 فیصد تھا۔ایک سال قبل سے موازنہ کریں تو اس دوران پیاز کی قیمتوں میں 5.54 فیصد نرمی آئی تھی، جبکہ آلو کی قیمتوں میں 30.56 فیصد کا اضافہ ہوا تھا۔(قومی آواز)

Volume:64/74,Issue:19 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT-14 13-5-24-26
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/1961

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں
(عبدالحمید عدم)

مسلم دنیا کے لئے علمی وفکری چیلنج

پروفیسر خورشید احمد

اس وقت پوری دنیا کے مفکروں کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ ہم تاریخ کے شدید ترین دورِ اضطراب سے دوچار ہیں۔ گذشتہ صدی کے دوسرے نصف میں، پرانے مغربی نوآبادیاتی نظام کے شکنجے سے نکل کر ایک طرف مسلم ممالک آزادی سے ہم کنار ہوئے اور ان ملکوں کو ملنے والی آزادی اپنے دامن میں تعمیرِ نو (Reconstruction) کے مسائل کا ایک ہجوم لے کر سامنے آن کھڑی ہوئی۔ دوسری طرف مغرب کا ذہنی، فکری، معاشی، فوجی اور ثقافتی غلبہ اپنی انتہا کو پہنچا۔ نوجوانوں کے ذہن شک وتردّد کی آماج گاہ بنے۔ سیاسی قیادت کی مداہنت پسندی، مغربیت زدہ تعلیم کی خود سپردگی، نئی نسلوں کو ملّی روایات اور اسلامی ثقافت اور تہذیبی ورثے سے کاٹ کر، ہمارے معاشرے کی بیخ کنی کرنے پر پوری قوت سے تُل گئی۔ اس سب کے نتیجے میں رائج الوقت فلسفۂ حیات کے حملوں نے ذہنی اطمینان اور قلبی سکون کو پامال کر کے رکھ دیا ہے اور قوم کے ذہین وفعال طبقے عقیدہ وعمل، دونوں کے اعتبار سے نیم مسلمان، بلکہ بعض حالات میں نامسلمان بنتے چلے گئے۔ بڑے دُکھ کی بات ہے کہ آج مسلم اُمت کی حالت اس جہاز کی سی ہے، جس کے سامنے ایک عظیم سفر کے امکانات تو موجود ہیں، لیکن جس کے لنگر ٹوٹ چکے ہیں اور اس قافلے کی سی حالت ہے، جس کے پاس یہاں وہاں، جوان ہمتیں تو موجود ہیں، مگر جو منزل کا پتا بھول گیا ہے۔ تاریخ کا یہ عجیب دوراہا ہے، جہاں ایک ارب 80 کروڑ مسلمانوں کی عظیم عددی قوت، اپنی 57 آزاد مملکتوں کے ذریعے ایک شان دار عالمی کردار ادا کر سکتی ہے۔ لیکن اپنی اندرونی کمزوری، ذہنی غلامی، فکری اور انتشار کی وجہ سے محض گھبراہٹ اور سراسیمگی کا شکار ہے، آج مسلمان اس عظیم چیلنج کا جواب دینے کے لیے کھڑے ہیں: کیا عصرِ حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اُٹھ کر صف بندی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ صحیح حکمتِ عملی اور دانش مندانہ جدوجہد کے ذریعے تاریخ کا رُخ بدل کر ایک نئے دور کے بانی بن سکتے ہیں یا نہیں؟ خبردار ہونا چاہیے کہ اگر فکر ودانش کی کمزوری اور تدبیر کی غلطی کے باعث عملی چیلنج کے جواب میں ہمارے قدم اُکھڑ گئے تو خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں گے اور پھر معلوم نہیں کب سنبھل سکیں گے۔ وقت کے اس چیلنج کا مقابلہ جن محاذوں پر کیا جانا ہے، ان میں سے اہم ترین محاذ علم وادب اور فکر وفن اور تحقیق وجستجو اور مکالمہ واستدلال کے میدان ہیں۔ بے شک انسانی زندگی میں افکار ونظریات کو حکمران قوت کی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح انسان کے جسم میں دماغ کی حیثیت حکمران کی ہے۔ بالکل اسی طرح ایک نظامِ تہذیب میں افکار ونظریات اور عقائد وخیالات سب سے مؤثر اور رہنما قوت کا مقام رکھتے ہیں، پھر تمام معاشی، سیاسی اور عمرانی اُمور اسی کے زیرِ اثر طے ہوتے ہیں۔ وہی زمانے کا مزاج بناتے ہیں، وہی اقدار اور معیارات دیتے ہیں، انھی سے سوچنے کے انداز، غور وفکر کے زاویے اور عمل کے ضابطے مقرر ہوتے ہیں۔ اسی لیے اسلام اپنی اصلاحی دعوت کا آغاز ایمان سے کرتا ہے اور پوری زندگی کی اصلاح کو ایمان کی قدر اور پختگی سے وابستہ کرتا ہے۔ آج جس وجہ سے صورتِ حال بہت زیادہ تشویش ناک ہوگئی ہے، وہ یہ ہے کہ بگاڑ صرف ماحول پر ہی تباہ کن اثر نہیں ڈال رہا ہے، بلکہ ایمان ویقین بھی کمزور ہو رہا ہے۔ مغربی جاہلی فکری غلبے کا سب سے بڑا نشانہ ایمان اور عقائد ہیں، اور پھر وسائل واختیار۔

پچھلی چند صدیوں سے مغربی فکر وفلسفہ کے ذریعے مسلمانوں کے افکار ونظریات کو ہدف بنایا گیا ہے، ان کے دل ودماغ کو زہر آلود کیا جا رہا ہے، اور ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یہ کوششیں اپنے نتائج سامنے لا رہی ہیں۔ یہ حملہ فلسفہ اور سائنس کے ہتھیاروں سے بھی کیا جا رہا ہے اور تعلیم وتربیت کے اسلحے سے بھی، پھر نشر واشاعت اور اثر ونفوذ کے تمام ذرائع کو پوری طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ اور تقریر وتحریر کا ہر حربہ اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے جواب میں اگرچہ محدود کوششیں تو ہوتی رہی ہیں، لیکن منظّم اور ہمہ گیر جدوجہد کا فقدان چلا آ رہا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ مؤثر طبقوں میں دُور دُور تک اس چیز کا احساس بھی نہیں پایا جاتا۔ ضرورت ہے کہ نئی نسل میں اعتماد بحال کرنے کے لیے درج ذیل ناگزیر اقدامات اُٹھائے جائیں: (1) اسلام کے فلسفۂ زندگی اور اس کے نظامِ حیات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور اس کی تعلیمات کو ایمانی اور عقلی دلائل کے ساتھ آج کی زبان میں پیش کیا جائے، تاکہ اسلام کی شاہراہِ مستقیم بالکل واضح اور نمایاں ہو کر سامنے آ جائے۔ ہماری مشکلات کا ایک بڑا ذریعہ جہالت اور بے خبری ہے۔ اسلام کا علمی سرمایہ جن زبانوں میں ہے ان تک ہماری نئی نسلوں کی رسائی نہیں اور جن اصطلاحات میں ہے، اس سے آج کے لوگ نامانوس ہو گئے ہیں۔ اگر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو آج کی زبان میں مختلف علمی سطحوں پر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے، تو دینِ اسلام سے انحراف اور مغرب کی غلامی کا ایک بڑا سبب دُور ہو سکے گا (2) مغربی علوم وفنون اور نظامِ تہذیب وتمدن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے۔ علمِ جدید کے پورے سرمائے کا کھلی آنکھوں اور ناقدانہ ذہن کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ اس میں کیا کچھ غلط اور قابلِ ترک ہے؟ اور کیا کچھ صحیح اور قابلِ اخذ؟ بلاشبہہ خود مغرب کی ذہنی ترقی مسلمانوں کے اثرات کی پیدا کردہ ہے، لیکن ایک غلط نظامِ تہذیب اور خالص مادہ پرستانہ زاویۂ نظر نے علوم وفنون کی ترقی کو بالکل غلط رُخ پر ڈال دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فکر وفلسفہ کا عمومی مزاج زہر آلود ہو گیا ہے اور درست سمت میں ترقی نہیں کر رہا ہے۔ آج بہت بڑی ضرورت یہ ہے کہ غلامانہ ذہنیت کو ترک کر کے مغربی افکار کا مطالعہ کیا جائے (3) تمام علوم کو دینِ اسلام کی دی ہوئی اقدار پر مرتب اور مدون کیا جائے، اور صحیح سمت میں ان کو ترقی دی جائے۔ اسلام کا نقطۂ نظر بڑا وسیع ہے، وہ تمام علوم وفنون کی ترقی چاہتا ہے اور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہ ترقی صحیح بنیادوں پر ہو اور مسلسل ہو (4) آج کی دُنیا میں، خصوصیت سے معیشت، معاشرت، سیاست، انتظامیات اور قانون کے میدانوں میں جو نئی پیچیدگیاں رُونما ہوئی ہیں، ان کا مطالعہ بیدار ذہن کے ساتھ اور بالغ نظری کے ساتھ کیا جائے۔ پھر پوری وضاحت کے ساتھ بتایا جائے کہ اسلام کے اصولوں کو زمانہ حال کے مسائل ومعاملات پر منطبق کر کے ایک صالح اور ترقی پذیر تمدن کی تعمیر کس طرح ہو سکتی ہے، اور اس میں ایک ایک شعبۂ زندگی کا عملی نقشہ کیا ہوگا؟ اسلامی اصولوں کے تحت آج کا سیاسی نظام کیا ہوگا؟ معیشت کا ڈھانچا کیسے بنے گا؟ سود کیونکر ختم کیا جا سکے گا؟ معاشی استحصال کیسے روکا جا سکے گا؟ اخلاقی ذوق کی آبیاری اور معاشی ترقی میں توازن کس طرح پیدا کیا جائے گا؟ قانونِ تجارت، قانونِ فوجداری، قانونِ شہادت وغیرہ کی شکل کیا بنے گی؟ بین الاقوامی سیاست کے ضابطے کیا ہوں گے؟ معاشرتی زندگی کی گتھیوں کو کس طرح سلجھایا جائے گا؟ فنونِ لطیفہ کس طرح صحت مند انسانی معاشرے کی تشکیل کر سکتے ہیں؟ آج مسلم معاشرے میں پیش آنے والے عملی مسائل کو اسلام کی رہنمائی میں کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟ انھی علمی وفکری کاوشوں سے زندگیوں کے رُخ کو تبدیل کیا جا سکے گا اور وہ تہذیبی نظام قائم ہو سکے گا جو اسلام چاہتا ہے، یہ کام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان نیک بندوں اور اسلامی تحریکوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے، جنھوں نے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی ہے، اور ذہنی غلامی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لیے اپنی اور زندگی بھر کی ساری صلاحیتیں اور تمام قوتیں کھپا دی ہیں۔ لازم ہے کہ اس کام کو منظّم طریقے سے اور وسیع پیمانے پر انجام دیا جائے۔ ایسے ادارے قائم کیے جائیں، جو اپنی ساری قوتوں کو اس علمی اور فکری جہاد کے لیے صرف کر دیں۔ اعلیٰ صلاحیت کے حامل نوجوانوں کی ایک کھیپ اپنی زندگیوں کو اس عظیم کام کے لیے وقف کر دے۔ صرف اسلام کی خدمت کو اپنا مشغلۂ حیات (Career) بنا لے اور اس کے لیے اپنی زندگیوں کو یکسو کر دے، آزاد اور خودکار نظام کے تحت معیاری، تحقیقی اور تربیتی اداروں کا قیام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایسے اداروں کو قائم کرتے وقت ماضی کے قائم شدہ اداروں کی کارکردگی، تجربات اور کامیابیوں، ناکامیوں کا بے لاگ جائزہ لینا نہایت ضروری ہے۔ اس جائزے کی روشنی میں یہ ادارے علم وفکر کے میدان میں اسلام کے دفاع اور ترجمانی کی خدمات انجام دینے کی جدوجہد کریں، جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے۔ ان اداروں کا پروگرام یہ ہونا چاہیے: ☆ اسلام پر علمی اور تحقیقی کام کرنا اور اس کے نظامِ فکر وعمل کے تمام پہلوؤں کو واضح طور پر پیش کرنا۔ الحاد، دہریت اور تشکیک کے پھیلتے ہوئے سیلاب کا علمی سطح پر جواب دینا اور اسلام کے تصورِ توحید کو پوری شان سے بیان کرنا۔ ☆ اسلام کی آفاقی دعوت کو مختلف ذہنی معیارات، سامنے رکھ کر دُنیا کی مختلف زبانوں میں پیش کرنا۔ خصوصیت سے اُردو، عربی، انگریزی، ہندی، بنگالی، انڈونیشی، سواحلی، فارسی، روسی، ہسپانوی، چینی، اطالوی، جرمن، فرانسیسی اور دیگر ایشیائی اور افریقی زبانوں میں مؤثر، عام فہم اسلامی لٹریچر تیار کرنا اور بلند پایہ کتب کے معیاری ترجمے کرانا۔ ☆ دورِ حاضر کے مسائل پر خصوصی تنقیدی مطالعہ کرنا، خاص طور پر اسلامی معاشیات اور اسلامی قانون اور سماجیات کے موضوعات پر علمی کام، بین الاقوامی معیارات کے مطابق کرنا۔ ☆ مسلمانوں کی نئی تعلیمی ضروریات کو متعین کرنا، اسٹرے ٹیجک اہداف طے کرنا اور ان کو پورا کرنے کے لیے نصابی اور امدادی لٹریچر تیار کرنا، اور دیگر مذاہب یا نظریات کی اُن کتب کا جائزہ لینا جو وہ بچوں کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ☆ اسلامی تہذیب کا قلعہ اس کا خاندانی نظام ہے، جسے تعلیم، ادب اور میڈیا کے ذریعے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اسے ہر سطح پر تحقیق اور مطالعے کا موضوع بنا کر مضبوط دفاع کرنا اور دُنیا کے سامنے رول ماڈل کے طور پر پیش کرنا۔ ☆ غیر مسلم اقلیتوں سے مسلمانوں کے سلوک اور غیر مسلم اکثریتی ممالک میں مسلم اقلیتوں کے جملہ دینی اور تہذیبی اُمور کا فکرمندی سے مطالعہ کرنا۔ ☆ نوجوان، اُمت مسلمہ کا سب سے قیمتی سرمایہ ہیں، اور یہی سرمایہ دشمن تہذیب وفکر کے لیے تر نوالہ ہے، اس لیے شعوری طور پر نوجوانوں کی ذہنی اور علمی تربیت ورہنمائی کے لیے مناسب انتظامات کرنا اور باصلاحیت نوجوانوں کی تربیت اور تحقیقی صلاحیتوں کی تعمیر کے لیے فنڈز قائم کرنا، ان کی حوصلہ افزائی کرنا (یاد رہے نوجوانوں میں بھی خاص طور پر مسلم خواتین دشمن کا خصوصی ہدف ہیں)۔ ☆ مذاکروں، مباحثوں اور مطالعوں کے حلقوں میں اسلامی افکار ومسائل پر غور وبحث کی صحت مندانہ روایات قائم کرنا اور اسلام کے حق میں فضا تیار کرنے کی کوشش کرنا یہ کام ان علمی وفکری اداروں کے پیشِ نظر ہونے چاہییں، اور ان میں نگرانی، حوصلہ افزائی اور احتساب کا مؤثر نظام قائم کرنا چاہیے۔ جمود زدہ ماحول کو تحفظ دے کر اور باہم بے فیض کارگزاریاں دکھا کر ایک دوسرے کو بے خبر رکھنے کی روش ترک کی جانی چاہیے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو گئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرِ تعاون ارسال فرمائیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر یا دیئے گئے کیو آر کوڈ اسکین کر کے آپ سالانہ یا ششماہی زرِ تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر دیئے گئے موبائل نمبر پر خبر کر دیں، رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798 (محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب)
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔
THE NAQUEEB
UPI ID : 6201750233naqueeb@sbi
BHIM UPI
WEEK ENDING-20/05/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421